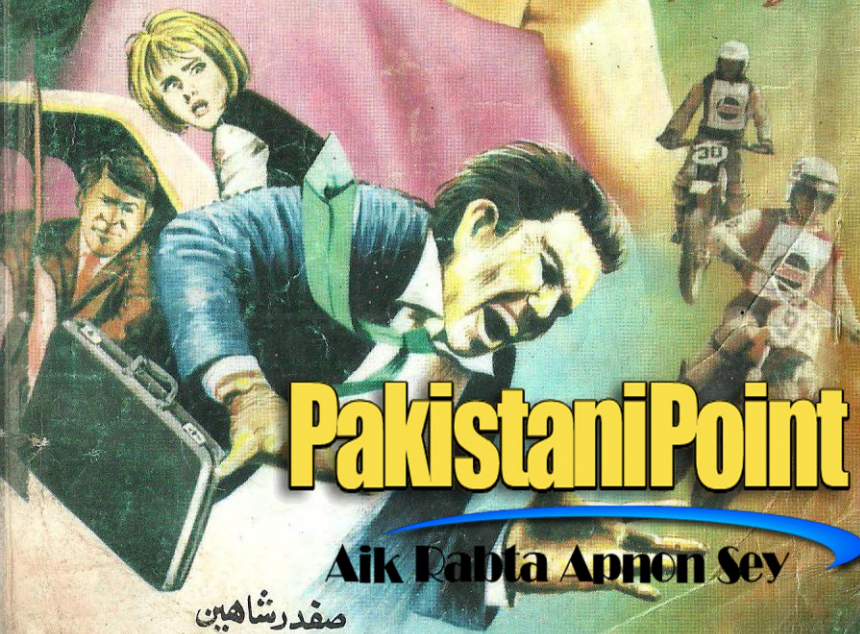


137

خواتین کی صدا

Pakistani Point

عمران میرزہ



Pakistani Point

Aik Rabta Apnon Sey

صفدر شاہین

عسوان سیریز

خوبصورت لکھنؤ

صدر شاہین

مکتبہ یادگار کمرہ قذافی مارکیٹ اردو بازار لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہائے ناشر محفوظ ہیں!

نام کتاب ————— خوبصورت لمیٹڈ
ناشر ————— مکتبہ یادگار
باہتمام ————— عبدالکاکب بھوہری
مصنف ————— صفدر شاہین
طبع ————— ندیم یونس پرنٹرز
کتابت ————— عبدالرحمن عاجز

قیمت: ۸/- روپے

محترم قارئین

اسلام علیکم !

یہ ناول پیش خدمت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ ممکن ہے بعض لمیٹڈ کمپنیاں اس نام سے حسد کریں یا عنقریب کوئی معروض وجود میں آنیوالی کمپنی اپنا نام ”نوبل رت لمیٹڈ“ اختیار کر لے۔ بہر حال مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ البتہ حق اعظم علی عمران کا میں ذمہ نہیں لیتا کہ اُسے بھی اعتراض ہوگا یا نہیں۔ کیونکہ وہ من موچی آدمی ہے وہ اپنے ڈیڈی رحمان صاحب کی نہیں مانتا تو ہماری یا آپ کی بات کب مانے گا۔

جن قارئین کو شکایت ہے کہ میرے ناولوں میں ایکشن کی کمی ہے، یہ ناول میں نے اُن کا کلا دُور کرنے کے لئے لکھا ہے۔ پھر بھی اگر کوئی کمی رہ گئی ہو تو ”گولڈن جوبلی نمبر“ میں پوری کر دی جائے گی۔

آخر میں عرض کر دوں گا کہ ایکشن اور سپنس کہانی کی ڈیمانڈ کے مطابق ہوتا ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ عمران باقردم میں بھی ایکشن دکھائے تو یہ ممکن نہیں۔ اور یہ بھی اچھا نہیں لگتا کہ عمران چائے پیتے یا کھانا کھاتے ہوئے اُٹھ کر لوگوں کی پٹائی شروع کر دے۔ عمران اور اس کے ساتھی جاسکس ہیں پنجابی فلموں کے ہیرو یا ولن نہیں کہ ہر بات پر چہرے اور خنجر کا لکھ قتل عام شروع کر دیں۔ خدا حافظ

والسلام آپ کا

صفدر شاہین

نئے کیپٹن فیاض کے نمبر ملائے اور رسیور کاں سے
عمران لگا لیا۔ دوسری جانب ٹھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔
 چند لمحوں بعد رسیور اٹھایا گیا۔

”ہیلو — کیپٹن فیاض اسپیکنگ —“ فیاض کی تحکمانہ
 آواز سنائی دی۔

”میں پاگل خانے کا اچھا مزاج بول رہا ہوں جناب —“ **عمران**
 نے آواز بدل کر کہا۔

”کہو — میں سن رہا ہوں —“ فیاض کا لہجہ نرم پڑ گیا۔
 ”آپ کے لئے میں نے ایک کوٹھڑی خالی کر لی ہے۔ آپ
 کب تک پاگل ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں —“ **عمران** نے دیوار
 کو آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

”شٹ اپ —“ فیاض کی دھاڑ سنائی دی ”کیا بکواس
 کر رہے ہو۔ جانتے ہو کس سے مخاطب ہو —؟“
 ”صاحب — میں جانتا ہوں — مگر آپ نے خود

ہی تو کہا تھا کہ آپ پاگل خانے میں داخل ہونا.....!“
 ”بکواس بند کر والو کے پٹھے۔۔۔۔۔“ فیاض اُس کی بات
 کاٹتا ہوا دھاڑا ”میں تمہیں اس بدتمیزی کا ابھی مزہ چکھاتا ہوں۔ کچھ دیر
 بعد تم جیل میں ہو گے۔۔۔۔۔“

اور عمران نے مسکراتے ہوئے رکیوور رکھ دیا۔ سلیمان حیرت سے
 مزہ بھاڑے اُس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ عمران نے اُسے آنکھ ماری اور
 دوبارہ فیاض کے منہ پر ہاتھ لگا۔

”یس۔۔۔۔۔ کیپٹن فیاض بول رہا ہوں۔۔۔۔۔“ چند لمحوں بعد
 کیپٹن کی غصیلی آواز سنائی دی۔

”رحمان بول رہا ہوں۔۔۔۔۔“ عمران نے رحمان صاحب کے
 بچے میں کہا ”کیا کر رہے ہو۔۔۔۔۔ غصے میں معلوم ہوتے ہو۔۔۔۔۔“
 ”ہنیں۔۔۔۔۔ ہنیں سر۔۔۔۔۔“ فیاض کی آواز میں بوکھلاہٹ
 تھی ”فرمائیے۔۔۔۔۔“

”سننا ہے تم نے داور سے دس ہزار رشوت لی ہے۔۔۔۔۔ اور
 تمہاری رہنمائی سے ہی اُس کے بار میں ناجائز اور غیر قانونی دھنڈا
 ہوتا ہے۔۔۔۔۔“

”نن۔۔۔۔۔ ہنیں۔۔۔۔۔ سر۔۔۔۔۔“ فیاض ہکھلایا ”کسی نے مجھ پر بہتان
 باندھا ہے سر۔۔۔۔۔ میں تو رشوت کو حرام سمجھتا ہوں۔۔۔۔۔“
 ”اور سیٹھ افضل سے کتنی رقم لی ہے اسمگلنگ کیس میں۔۔۔۔۔؟“

عمران عزایا۔

دوسری جانب یقیناً فیاض کی پیشانی پسینے سے تر ہو گئی تھی۔ اُس کی لڑکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”بچہ — جناب — آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے — خواہ مخواہ آپ کو میرے خلاف بھڑکایا گیا ہے —“

”اچھا — اسی وقت ٹپ ٹپ ٹاپ جاؤ۔ دہاں عمران موجود ہو گا۔ اُس سے فائل نمبر پچیس بی کے بارے میں معلومات حاصل کرو۔ اس کے لئے تمہیں اس کی خوش آمد کرنا پڑے گی۔ سو پچاس خرچ کرنے سے نہ گھبرانا۔ مجھے ہر حالت میں فائل نمبر پچیس بی کے کوائف چاہئیں سمجھے —!“

”سمجھ گیا جناب — آپ بے فکر رہیں —“ فیاض کی آواز سنائی دی۔

اور عمران نے دسیور کمریڈل پر رکھ دیا۔ آج کل کوئی کیس نہ ہونے کے سبب پوری سیکرٹ سروس بیکاری کے دن گزار رہی تھی عمران نے تھن بوریت دُور کمرے کے لئے یہ جیکر چلایا تھا۔ اُس نے جلدی سے لباس تبدیل کیا، دس کا ایک نوٹ سلیمان کو عتہایا اور فلیٹ سے نکل آیا۔ شام کے سات بجے تھے۔ عمران جانتا تھا کہ جولیا آٹھ بجے کھانا کھانے کے لئے فلیٹ سے نکلتی ہے۔ وہ ٹو سیٹر میں بیٹھا اور جولیا کے فلیٹ کی طرف روانہ ہو گیا۔ جولیا سے صبح فون پر

بات ہوئی تھی اور عمران نے اُسے شام کے کھانے کی دعوت دی تھی جو جولیہ نے صرف اس شرط پر قبول کی تھی کہ وہ ہوٹل میں حماقت نہیں پھیلائے گا۔

جولیہ کے فلیٹ پہنچکر اُس نے کاررو کی اور اتر کر کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور جولیہ نمودار ہوئی۔

”تیار ہو۔۔۔؟“ عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
 ”ہاں۔۔۔ مگر میری شرط یاد ہے نا۔۔۔؟“ جولیہ نے پوچھا۔
 ”بے فکر ہو ڈار لنگ۔۔۔ تم آؤ تو ہسی۔۔۔“ عمران نے احمقانہ لہجے میں کہا۔
 ”تم جتنی شرطیں رکھو میں پوری کروں گا البتہ شادی کے بعد۔۔۔“

”پھر وہی حماقت۔۔۔“ جولیہ نے اُسے پیار بھری نگاہوں سے گھورا۔

”اگر حماقت شادی کرنے کا نام ہے تو پھر ساری دُنیا احمق ہے۔ بہر حال آؤ دیر مت کرو۔ وہ ہمارا انتظار کر رہا ہو گا۔“ عمران نے گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے کہا۔

”کون۔۔۔؟“ اُس نے چونک کر پوچھا۔
 ”کیپٹن فیاض۔۔۔ دعوت وہی کر رہا ہے۔۔۔“

عمران نے بتایا۔
 ”وہ کس خوشی میں۔۔۔؟“ جولیہ نے مسکرا کر پوچھا۔

”ہماری شادی کی خوشی میں —“ عمران غصیلے لہجے میں بولا ”تم جلتی ہو یا نہیں —“

”تم کار میں بیٹھو — میں پرس اٹھاؤں —“ جولیا نے مڑتے ہوئے کہا۔

عمران نے منہ بنایا اور واپس کار میں آ بیٹھا۔ چند لمحوں بعد جولیا فلیٹ سے نکلی اور دروازہ مقفل کر کے کار میں عمران کے برابر بیٹھ پر آ بیٹھی۔ عمران نے کار آگے بڑھا دی۔ راستے میں عمران نے کوئی بات نہیں کی۔ جولیا بھی خاموش رہی۔ ٹپ ٹاپ پہنچکر عمران نے کار روکی ہی تھی کہ کیپٹن فیاض کی جیب پارکنگ میں داخل ہوئی اور اُس کی ٹوسیٹر کے پیچھے آکر ٹک گئی۔ عمران اور جولیا کار سے اترے۔ عمران نے فیاض کی طرف دیکھے بغیر مل کی طرف بڑھنا چاہا۔ مگر اسی لمحے فیاض جیب سے اُترتا ہوا پکارا۔

”ہیلو عمران —“

”ہیلو کیپٹن —“ عمران نے مڑ کر دانت نکال دیئے

”کہو بھابی کے مزاج کیسے ہیں —“

”ٹھیک ہے —“ فیاض منکنہیوں سے جولیا کی طرف

دیکھتا ہوا بولا ”تم ساؤ —“

وہ جولیا کو پہچاننے سے قاصر تھا۔ کیونکہ عمران کی ہدایت

پر جولیا نے میک اپ کیا ہوا تھا۔

”کیا بتاؤں — بہت مجبور ہوں —“ عمران نے ٹھنڈا سانس لیکر کہا۔

”اوہ — کیا مجبوری آن پڑی۔ مجھے بتاؤ۔ میں تمہاری ہر ممکن مدد کروں گا۔“ فیاض نے کہا۔

مگر اُس کی نگاہیں اب بھی جو لیا کا جائزہ لے رہی تھیں۔
 ”چلو — اندر چل کہ بات کروں گا۔“ عمران نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ پھر جو لیا سے بولا۔ ”آؤ بس باربرا — اندر چلتے ہیں۔“

جو لیا مسکرائی اور اس کے ساتھ چل دی۔ وہ تینوں ہال میں داخل ہوئے۔ عمران نے اپنی مخصوص میز کا رخ کیا جو ہمیشہ اُس کے لئے ریزرو رہتی تھی۔ انہیں بیٹھتے دیکھ کر ایک ویٹر نے لپک کر میز پر رکھی ”ریزروڈ“ کی تختی اٹھا کر میز کے نیچے رکھ دی۔ اور سوالیہ انداز میں عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

”کھانا لاؤ — کیپٹن تم کھاؤ گے —؟“ عمران نے ویٹر سے کہہ کر فیاض سے پوچھا۔

”ہنیں — میں کھا چکا ہوں —“ فیاض بولا۔

عمران نے مینو دیکھ کر جو لیا اور اپنے لئے کافی لمبا چوڑا آرڈر دے ڈالا۔ ویٹر کے جانے کے بعد عمران نے یکدم چونکنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

”او—— میں نے اپنی لیڈی سیکرٹری سے تو تمہارا تعارف
کرایا نہیں—— ان سے ملو یہ ہیں میری سیکرٹری مس باربرا۔
چونکہ ان کے والد باربرا تھے اس لئے انہوں نے اس کا نام یہی
رکھا——“

جولیا کھا جانوالی نظروں سے اُسے گھورنے لگی۔ فیاض نے
مسکرا کر چلیا کی طرف دیکھا۔

”اور یہ ہیں کیپٹن فیاض فرام انٹیلی جینس بیورو——“
عمران نے فیاض کا تعارف کر دیا ”پورے ملک میں ان کا سکہ
چلتا ہے۔ جراثیم پیشہ افراد انہیں باقاعدگی سے رقم—— اور
ہنیں—— باقاعدگی سے سلام کرتے ہیں۔ انہوں نے بڑے
بڑے مجرموں کی ٹانگیں توڑی ہیں۔ سارا شہر ان سے خوف
کھاتا ہے۔“

”آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی——“ جولیا نے
زبردستی مسکراتے ہوئے کہا۔

درندہ جس انداز سے فیاض اُسے گھور رہا تھا اس کا دل چاہتا
تھا کہ فیاض کے منہ پر ٹھپڑ رسید کر دے۔

”عمران—— مجھے بھی ایک سیکرٹری کی ضرورت ہے۔“
فیاض نے مسکرا کر کہا۔

”یہی نے لو——“ عمران نے اُردو میں کہا ”ایمان سے

بڑی زور دار ہے۔ سب کچھ بھول جاؤ گے۔“
 بھول جانے کی بات پر فیاض کو رحمان صاحب کا خیال آگیا کہ
 انہوں نے کس مقصد کے لئے اُسے عمران سے ملنے کا حکم دیا تھا۔ جولیا
 اردو سمجھتی تھی مگر وہ خاموش رہی۔

”اس بارے میں پھر بات کر دوں گا۔ اس وقت تو میں تم سے
 ایک مزدوری کام کے سلسلے میں ملنے آیا ہوں،“ فیاض نے کہا۔
 ”اوہ۔۔۔ کیا کام ہے۔۔۔؟“ عمران نے انجان بننے
 ہوئے چونکنے کی اداکاری کی۔

”میں فائل نمبر پچیس بی کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں“
 فیاض نے بتایا۔

”ٹھہرو۔۔۔ پہلے مجھے کھانا کھانے دو۔۔۔“ عمران
 نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”خالی پیٹ اتنے اہم موضوع پر بات کرنے
 سے میرا صدمہ خراب ہو جاتا ہے۔“

فیاض مسکرا دیا۔ اُسے اطمینان ہو گیا تھا کہ عمران فائل کے بارے
 میں بتا دے گا۔ ویٹر کھانا لے آیا۔ فیاض کو حیرت ہوئی کہ اُس نے اتنا
 سارا کھانا کیوں منگوایا۔ بل کیسے ادا کرے گا۔ یقیناً اُس کے پاس کہیں
 سے موٹی رقم ملی ہے۔ عمران نے فیاض کے چہرے کے تاثرات نوٹ
 کر لئے۔ اُس نے جولیا کو کھانے کا اشارہ کیا اور دونوں کھانے میں
 مشغول ہو گئے۔ جولیا نے اپنی گپیں لٹن کے مطابق کھایا مگر عمران نے

کافی دیر بعد ہاتھ روکا۔ اس دوران خاموشی رہی۔ کھانا کھانے کے بعد عمران نے کافی کا آرڈر دیا۔ ساتھ ہی ویٹر کو بل لانے کی ہدایت کر دی۔ ویٹر کافی پہنچانے آیا اور بل عمران کے آگے رکھ دیا۔ بل دیکھ کر عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑیں۔

”ڈیڑھ سو روپے — حیرت ہے!“

”کیوں — کیا تمہیں پہلے یہاں کے ریٹس کا پتہ نہیں تھا؟“
فیاض نے مسکرا کر کہا۔

عمران نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ پھر بوکھلا کر باری باری تمام جیبیں ٹٹوئیں۔ اور فیاض سے بولا۔

”بڑی کمزور ہو گئی ہے بیجاری۔“

”کون —؟“ فیاض نے چونک کر پوچھا۔

”میری یادداشت — لباس تبدیل کرتے وقت پرس دہیں

محول آیا۔“ عمران نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا ”بہر حال تم

بل ادا کر دو سو پر۔“ اور ہاں تم فائل کی بات کر رہے تھے۔“

فیاض نے خون کے گھونٹ بھرتے ہوئے اپنا پرس نکال کر بل کی رقم بیرے کو سہائی اور وہ چلا گیا۔ جو لیانے کافی بناٹی اور ایک پیالی فیاض کے آگے رکھ دی۔

”مجھے فائل نمبر پچیس بی کے کوائف درکار ہیں۔“

فیاض نے کافی پیتے ہوئے کہا۔

”فائل نمبر پچیس —“ عمران نے حیرت سے دہرایا ”تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے سوپر — میں اس نمبر کی کسی فائل سے واقف نہیں“

”کیا —“ فیاض نے چونکے ہوئے اُسے گھورا ”مگر تمہارے ڈیڈی نے تو کہا تھا تم جانتے ہو —“

”ڈیڈی نے مذاق کیا ہو گا —“ عمران نے مسکرا کر کہا ”میں درست کہہ رہا ہوں۔ یہ کسی کی شرارت بھی ہو سکتی ہے۔ میں فائل نمبر پچیس بی کا نام بھی پہلی بار سن رہا ہوں —“

”ہوں —“ فیاض کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا ”تو تم نہیں بتاؤ گے —؟“

”تم یقین کر دو سوپر — ممکن ہے ابھول نے کسی اور عمران کا نام لیا ہو۔ کیا کہا تھا انہوں نے —؟“

فیاض نے رحمان صاحب سے ہونیوالی گفتگو دہرا دی عمران نے سوچنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

”یقین کر دو کوئی اور ہی عمران ہو گا۔ تم ذرا دوبارہ انہیں فون کر کے معلوم کر دو —“

فیاض نے عذر سے اس کی طرف دیکھا مگر عمران کے چہرے پر حماقت کے سوا کچھ نہ پا کر اُٹھ گیا۔ کاؤنٹر پر جا کر اُس نے رحمان صاحب کو فون کیا۔

عمران اور جو لیا اُس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جو لیا نے کہا۔

”من ائل کا کیا چکر ہے؟“

”ابھی مغلوم ہو جائے گا۔ اُسے آنے دو۔“
 عمران نے مسکرا کر کہا۔ ”چکر ویسے کھانا کھانے کا ہی تھی۔“
 چند لمحوں بعد فیاض لوٹا تو اُس کے چہرے پر غصے اور خفت
 کے آئنا تھے۔

”کیا رد؟“ عمران نے چونک کر پوچھا ”میرا خیال ہے
 جھاڑ بڑی ہوگی۔“

”ہوں۔“ فیاض دانت پیتا ہوا بولا ”کسی نے واقعی
 شہزادت کی تھی۔ رحمان صاحب کی آواز میں مجھے فون کیا گیا تھا۔۔۔
 رحمان صاحب نے مجھے کوئی کال نہیں کی تھی۔“

”یار سوپر۔۔۔ کچھ عقل سے کام لیا کرو۔ تم نے اتنا بھی نہ پہچانا
 کہ وہ آواز رحمان صاحب کی نہیں، اور تم یہاں دوڑے چلے آئے۔
 بنانے کس گدھے نے تمہیں سپرنٹنڈنٹ بنا ڈالا۔“

”بکو اس مبت کرو۔۔۔ پہلے ہی میرا دماغ خراب ہو رہا
 ہے۔“ فیاض عزایا۔

”پھر کیا ایڈی سیکرٹری درکار ہے یا۔۔۔؟“ عمران نے موضوع
 بدلتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔۔۔ پہلے میں اُس شیطان کو تلاش کروں گا جس نے
 مجھ سے مذاق کرنے کی جرأت کی ہے اور قانوناً جرم کیا ہے۔“

نیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

اور پھر ہال کے خارجی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جویا کو آنکھ ماردی۔

جویا کے دوبارہ استفسار پر اُس نے سارا ماجرہ بیان کر ڈالا۔
 ”بہت لالچی ہو تم۔ بالکل عمر و عیار کی طرح۔“
 جویا نے مسکرا کر کہا۔

”اسی لئے تو میرا نام عمران ہے۔“ عمران نے احمقانہ لہجے میں کہا۔ ”آؤ اب چلیں۔“

وہ دونوں اُٹھ کر سال سے نکل آئے۔ ٹوسیٹر میں بیٹھ کر عمران نے انجن اسٹارٹ کیا اور پارکنگ سے باہر سڑک پر آگیا۔
 ”سناؤ۔۔۔ تمہارے چوہے کا کیا حال ہے۔“ عمران نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے جویا سے پوچھا۔

”معلوم نہیں۔۔۔ کوئی کیس نہ ہونے کے سبب اس سے رابطہ نہیں رہا۔۔۔“

”میں رابطہ قائم کرادوں۔۔۔؟“ عمران نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

”کیا مطلب۔۔۔؟“ جویا نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔
 مگر اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا، قریب سے گزرتی ہوئی سڑخ رنگ کی اسپورٹ کار سے کوئی چیز عمران کی گود میں

آگمری۔ عمران نے چونک کر گود میں نظر ڈالی اور بوکھلا گیا۔ دوسرے
 ہی لمحے اُس نے گود میں پڑی ٹمٹم کر تے چوڑے ڈائل والی
 گھڑی اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دی۔
 ”اوہ — کیا تھا —؟“ جو یانے چونک کر پوچھا۔
 مگر عمران کے بولنے سے پہلے ہی فضا ایک کان چھاڑ دینے
 والے دھماکے سے لرز اُٹھی۔

روڈ پر مڑتے ہی بلیک زیر و تے یکدم بریک
تربصہ لگائے اور کار ایک جھٹکے سے رُک گئی۔ سامنے سے
 آئیوالی کار بھی ایک لمحہ کے لئے رُک چکی تھی۔ اگر بلیک زیر و کار نہ روکتا تو چند قدم
 آگے موجود چھوٹی سی بلی بر دونوں گاڑیاں دھماکے سے ایک دوسرے کے
 ساتھ ٹکرا جاتیں کیونکہ بلی پر سڑک کی چوڑائی اتنی ہی تھی کہ ایک وقت میں ایک گاڑی
 گزر سکتی تھی۔ بلیک زیر و کو دوسری کار والوں پر بہت غصہ آیا جنہوں نے
 کار کی سیڈ لائٹس بجھا رکھی تھیں اور محض چھوٹی بتیاں روشن تھیں۔ لیکن وہ کار فوراً ہی
 آگے بڑھ گئی تھی۔ بلیک زیر و کو اپنی کار کی سیڈ لائٹس کی سائنڈ پر پڑتی مدھم روشنی
 میں دوسری کار میں سوار چند افراد نظر آئے اور وہ چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ کیونکہ
 ڈرائیور کے سوا وہ سب نقاب پوش تھے اور اُن کی تعداد چار تھی جب کہ
 ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا شخص بلیک زیر و کے لئے اجنبی نہیں تھا۔
 اُس نے عقب نما آئینے میں اُس کار کا عکس دیکھا اور پھر جلدی سے کار
 بیک کر کے سیڈ لائٹس بجھا دیں۔ پھر اندر کی بھی لائٹ آف کر کے
 وہ اُس کار کے پیچھے چل پڑا۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ اُس کار میں موجود نقاب پوش

کون تھے اور وہ کہاں جا رہے تھے؟ شہر کے بدنام غنڈے جیری کے ساتھ اُن کا کیا تعلق تھا اور انہوں نے کار کی بتیاں کیوں بجھائی ہوئی تھیں؟ یقیناً کوئی گمڑ بڑ تھی۔

بلیک زیردہ ہوٹل ہنری مون میں ورائٹی پر وگرم دیکھ کے آ رہا تھا۔ اُس وقت رات کے گیارہ بجے تھے۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ اُس نے سیدھے راستے سے دانش منزل جانے کی بجائے شارٹ کٹ اختیار کیا تھا اور وہ کارنگاہوں میں آگئی تھی جس کا وہ اب تعاقب کر رہا تھا۔ جیری کو وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ خوبصورت لیٹھ میں ملازم تھا مگر درپردہ کالا دھندا کرتا تھا۔۔۔ خوبصورت لیٹھ میں ملازمت سے پہلے وہ دائرہ بدعاش کے گروہ کا ممبر تھا اور وہ گروہ کمرائے پر قتل کرنے کے علاوہ اسمگلنگ، منشیات، ڈاکہ زنی اور بلیک میلنگ کی وارداتیں کرتا تھا۔

وہ احتیاط سے سیاہ شیور لیٹ کا تعاقب کرتا رہا۔ درمیانی فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ پندرہ منٹ بعد کار شہر سے نکل آئی اور گینج پورہ جانیوالی سڑک پر دوڑنے لگی۔ اُس کی ہیڈ لائٹس ابھی تک بجھی ہوئی تھیں۔ صرف عقبی سڑخ بتیاں روشن تھیں جن کے سہارے بلیک زیردہ اُس کا تعاقب کر رہا تھا۔ دفعتاً وہ چونک پڑا۔ پانچویں سنگ میل سے ذرا آگے جا کر شیور لیٹ دائیں جانب ایک ذیلی سڑک پر مڑ گئی۔ وہ سڑک وہاں سے ڈیڑھ میل دُور دبیسرنج اسٹیشن تک جاتی تھی۔ بلیک زیردہ کے ذہن میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ ایک اہم پلانٹ کی طرف نقاب پوشوں کا

جانا خطرے سے خالی نہیں تھا۔

اس نے کار مین روڈ پر ہی روک لی اور اُتر کر تیزی سے چلتا ہوا ریسرچ اسٹیشن روڈ کی طرف بڑھا۔ موٹر پر پہنچا ہی تھا کہ چند قدم کے فاصلے پر شیور لیٹ کا ہیولا دکھائی دیا۔ وہ باتیں جانب درختوں کے نیچے کھڑی تھی۔ جبکہ کافی دُور چیک پوسٹ کی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ اُس سے آگے ریسرچ اسٹیشن کی روشنیاں جھلک رہی تھیں۔

بلیک زیر و جلدی سے ایک درخت کی اڑ میں ہو گیا۔ نقاب پوش تیری سمیت کار سے اُتر آئے تھے۔ بلیک زیرو نے جیری کی آواز سنی۔

”یہاں کم از کم ایک آدمی کو موجود رہنا چاہیے تاکہ واپسی کے وقت وہ تیار رہے۔“

”ممبر مخفی۔۔۔ تم یہاں رہو۔ خطرے کی صورت میں زیر و جلدی ٹرانسمیٹر پر اطلاع دینا۔۔۔“ ایک نقاب پوش کی آواز سنائی دی اور اُن میں سے ایک اور آدمی نے سر ہلا دیا۔ یقیناً وہی ممبر مخفی تھا۔

جیری تین نقاب پوشوں کو ساتھ لیکر سڑک سے اتر گیا۔ اُن سبکے کندھوں پر مشین گنیں لٹک رہی تھیں۔ چوتھا نقاب پوش وہیں درختوں کے نیچے ٹھہر گیا تھا۔ بلیک زیر و جلدی نے کچھ سوچا اور پھر واپس مین روڈ پر آکر اُس نے واضح ٹرانسمیٹر پر صفدر کو کال کیا۔

”میس سر۔۔۔ صفدر اٹنڈنگ۔۔۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی صفدر کی آواز سنائی دی۔

”فوز اکیپٹن باہر کے ہمراہ شہر سے باہر واقع زرعی تحقیقاتی اسٹیشن کے موٹر پمپ پہنچو وہاں ایک شیور لیٹ اور ایک نقاب پوش موجود ہے۔ نقاب پوش پر قابو پا کر میری دوسری کال کا وہیں انتظار کرنا“ بلیک زبرد نے تیزی سے ہدایات دیں۔

اور واضح ٹرانسمیٹر آف کر کے نشیب میں اتر گیا۔ اُس کا رخ ادھر ہی تھا جہاں جیڑی اور اُس کے ساتھی گئے تھے۔ جلد ہی اُن کے ہیولے نظر آنے لگے۔ وہ سڑک کے متوازی کھیتوں میں چل رہے تھے اور اُن کا رخ ریسرچ اسٹیشن کی طرف تھا۔ بظاہر وہ ایک زرعی تحقیقاتی سنٹر تھا مگر بلیک زبرد اس کی اصلیت سے واقف تھا۔

وہ چاروں خاموشی سے چل رہے تھے اور آہستہ آہستہ سڑک سے اُن کا راستہ ہٹتا جا رہا تھا۔ بلیک زبرد بے پاؤں چل رہا تھا۔ ساروں کی روشنی اتنی مدہم تھی کہ اگر وہ سڑک دیکھ بھی لیتے تو بلیک زبرد انہیں نظر نہ آتا۔ کیونکہ وہ اب بھی درختوں کے سائے میں چل رہا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ چاروں ریسرچ اسٹیشن کے بائیں پہلو پر پہنچ گئے۔ اسٹیشن کے اندر روشنیاں تھیں مگر بلند چار دیواری نے روشنی کو باہر آنے سے روکا ہوا تھا۔ بلیک زبرد نے جیب سے نقاب نکال کر پہرے پر لگایا تھا۔ وہ چاروں دیوار کے پاس رُک گئے۔ بلیک زبرد اُن سے صرف دس قدم کے فاصلے پر ایک گھٹی جھاڑی کی اوٹ میں تھا۔ ایک نقاب پوش نے جیڑی سے کہا ”باس نے تمہیں مکمل ہدایات

دی تھیں نا۔۔۔۔۔؟“

”ہاں۔۔۔۔۔ ٹائٹم بم نکالو۔۔۔۔۔“ جیری نے سر ہلا کر کہا۔

ٹائٹم بم کا نام سن کر بلیک زبیر وچوہنک پڑا۔ نقاب پوش نے بغل سے لٹکتے ہوئے بلیک کو کھول لیا۔ بلیک زبیر و کو اُن کا پردہ گرام سمجھنے میں دیر نہ لگی۔ یقیناً وہ لوگ وہاں ٹائٹم بم سیٹ کرنے آئے تھے اور اُن کا مقصد ریسرچ اسٹیشن کو تباہ کرنا تھا۔ اب مزید دیر کرنا نقصان دہ تھا۔ اُس نے جیب سے سائیلنسر گارڈیو اور نکالا اور بلیک والے نقاب پوش کا نشانہ لیکر ٹریگر دبا دیا۔

بے آواز ریوالتور کی گولی نے اس نقاب پوش کے سینے میں سوراخ کر دیا۔ وہ چیخ کر گر ا اور باقی تینوں افراد بوکھلا گئے۔ جیری اُس پر جھبک گیا جبکہ باقی دو مشین گنیں سنبھال کر ادھر ادھر دیکھنے لگے تھے۔ بلیک زبیر و نے ایک اور نقاب پوش کا نشانہ لیا اور جوہنی اُس کا رخ بدلا، بلیک زبیر و نے فائر کر دیا۔ خاموش گولی اُس شخص کی کمر میں لگی اور وہ بھی چیختا ہوا گر پڑا۔ جیری اور اُس کا آخری ساتھی تیزی سے واپسی کے راستے پر دوڑنے لگے۔

بلیک زبیر و نے بھی تیزی دکھائی اور بھاگتے ہوئے سایوں پر فائر کر دیا۔ غالباً نقاب پوش کو گولی لگی تھی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا گر پڑا۔ بلیک زبیر و نے جیری پر فائر کیا مگر وہ اتنی دیر میں گولی کی پہنچ سے دور ہو چکا تھا۔ بلیک زبیر و نے کچھ سوچا اور تیزی سے واضح ٹرانسمیٹر

اُن کر دیا۔ اُس نے صفد کو کال کر کے بحیری کے متعلق ہدایات دیں اور ٹرانسمیٹر آف کر کے دیوار کے پاس گرے ہوئے نقاب پوشوں کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ دونوں دم توڑ چکے تھے۔ قریب ہی اُن کی مہین گئیں اور ٹائم بموں سے بھرا ہوا بیگ پڑا تھا۔ بلیک زیرو لاشوں کے قریب بیٹھ کر ان کی جیبوں کی تلاشی لینے لگا۔

”ہالٹ —“ دفعتاً عقب سے ایک تحکمانہ اور گونجدار آواز ابھری اور ساتھ ہی ایک گن کی نال بلیک زیرو کی کمر سے آگئی۔ بلیک زیرو اپنی جگہ ساکت ہو کر رہ گیا تھا۔

Waqar Azhar
Pakistanipoint.Com

نے دانت بھینچ لئے۔ دھماکے سے اب تک
عمران اُس کے کان سائیں سائیں کر رہے تھے۔ اُس نے
 سامنے جاتی کار کی عقیقی سرخ بتیوں پر نگاہیں جماتے ہوئے ٹوسیٹر کی رفتار
 میں یکدم اضافہ کر دیا۔ اگر وہ فوری طور پر وائچ ٹائم بم اُٹھا کر باہر نہ
 پھینک دیتا تو اب تک بولیا سمیت دوسری دنیا میں پہنچ چکا ہوتا۔ بولیا
 ابھی تک خوفزدہ بیٹھی تھی۔ اُسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ زندہ ہیں ...
 ایک لمحہ کی دیر بھی اُن کی زندگی کے چراغ گل کر سکتی تھی۔ وہ عمران
 کی حاضر دماغی کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے گی۔ اگر عمران ٹائم بم کو محض گھڑی
 سمجھ کر جیب میں ڈال لیتا تو —؟

”گم سٹم کیوں بیٹھی ہو جولی — یہ کھیل ہی تو ہماری جان ہیں“
 عمران نے چند لمحوں بعد اُسے مخاطب کیا۔

ٹوسیٹر اگلی کار کے قریب پہنچ چکی تھی۔ پھر بھی فاصلہ پندرہ بیس
 قدم سے کم نہ تھا۔ عمران نے ٹوسیٹر کی اندرونی لائٹ بجھا دی تھی تاکہ
 اگلی کار والے پہچان نہ سکیں۔

”کہیں وہ دوبارہ نہ حملہ کر دیں؟“ جولیانا سوچتے ہوئے کہا۔
 ”نہیں۔۔۔ شاید انہیں خبر نہیں کہ اُن کا پہلا حملہ ناکام ہو چکا ہے
 ورنہ وہ فوراً ہی دوسرا حملہ کرتے یا فراء ہونے کی کوشش کرتے جبکہ وہ
 آرام سے جا رہے ہیں۔“

”مگر وہ ہیں کون۔۔۔؟“ جولیانا الجھن آمیز لہجے میں پوچھا۔
 ”میری چچی کے سالے کی بہن کے پوتے ہی ہوں گے۔۔۔“
 عمران نے احمقانہ لہجے میں کہا۔
 ”کبھی تو سنجیدگی سے بات کر لیا کرو۔۔۔“ جولیانا منہ
 بنا کر کہا۔

”بچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے سنجیدہ ہوں۔۔۔ وہ بھی اس لئے کہ
 تم نے سنجیدہ رہنے کی شرط عائد کی تھی۔۔۔“ عمران نے مسکرا کر
 کہا ”بقول کیفوشس یہ کیسا دستورِ زباں بندی ہے تیری محفل۔۔۔۔۔!“
 ”بس۔۔۔ بس رہنے دو۔۔۔“ جولیانا عزا کر کہا۔ ”اس نامعقول
 کا نام نہ لینا۔۔۔ وہ دیکھو اُس کا رکی رفتار میں اضافہ ہو گیا ہے۔“
 ”گویا وہ اپنے تعاقب سے باخبر ہو چکے ہیں۔۔۔“ عمران نے
 سامنے دیکھ کر چونکتے ہوئے کہا۔

دونوں گاڑیوں کا درمیانی فاصلہ بڑھ گیا تھا۔ ہیڈ لائٹس کی روشنی
 میں اُس کار میں بیٹھے تین افراد کے سر نظر آ رہے تھے۔ جن میں سے
 دو پچھلی نشست پر موجود تھے۔ عمران نے بھی رفتار میں اضافہ کر دیا۔

وہ انہیں چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔

”جولی — ہوشیار ہو جاؤ — ممکن ہے میں ٹوسیٹران کی کار سے ٹکرا دوں —“ عمران نے کہا۔
 ”پاگل ہو گئے ہو —“ جولی اعزائی۔ ”اس سے کیا فائدہ پہنچے گا —“

عمران کچھ نہ بولا، وہ سوچ رہا تھا کہ اُس پر کیوں حملہ کیا گیا ہے اور وہ لوگ کون ہیں — دونوں کا دیں برقی رفتار سے ایک دوسرے کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ اگلی کار کم ٹریفک والی سڑکوں کا رخ کر رہی تھی۔ پندرہ منٹ بعد وہ کار ٹھنڈی سڑک پر مڑ گئی۔ عمران نے بھی اُس طرف کار موڑی۔

اگلی کار ایک گلی میں گھس گئی۔ ایک دو لمحہ بعد عمران بھی وہاں پہنچا اور کار گلی میں موڑ دی مگر پھر یکدم اُس نے بڑیک پیٹل پر پورا دباؤ دے ڈالا۔ ٹوسیٹران ایک جھٹکے سے آگے کھڑی کار سے پانچ چھ انچ کے فاصلے پر رکی اور جولیہ کا سر ڈیش بورڈ سے ٹکرا گیا۔

آگے کھڑی کار خالی نظر آرہی تھی اور گلی میں بھی کوئی شخص نظر نہیں آ رہا تھا۔ عمران نے صرف ایک لمحہ توقف کیا اور پھر دروازہ کھول کر اُتر آیا۔ کار والے نظر نہیں آ رہے تھے۔ بنانے وہ کس مکان میں گھس گئے تھے۔ اتنی دیر میں وہ گلی سے باہر تو نہیں جاسکتے تھے۔ گلی کا فی طویل تھی۔ دفعتاً عمران کو خیال آیا کہ اس گلی میں سے مزید ایک گلی

بائیں جانب پھوٹتی تھی۔ اُس نے جو لیا کو اُترنے کا اشارہ کیا اور وہ دروازہ کھول کر کار سے نکل آئی۔

”وہ نکل گئے۔۔۔۔۔؟“ جو لیا نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”شاید۔۔۔۔۔ آؤ۔۔۔۔۔“ عمران نے مختصراً کہا۔

اور جو لیا اُس کے ساتھ آگے بڑھنے لگی۔ کچھ فاصلے پر بائیں جانب ایک پتلی سی گلی مڑ رہی تھی۔ ابھی وہ گلی کے قریب نہ پہنچے تھے کہ ایک زبردست دھماکا ہوا اور وہ دونوں لڑکھڑا گئے۔ عمران نے مڑ کر دیکھا۔ حملہ آوروں کی کار دھڑا دھڑل رہی تھی۔ اور وہ آگ اس کی ٹوسٹر کو بھی اپنی لپیٹ میں لے سکتی تھی۔ وہ تیزی سے اپنی ٹوسٹر کی جانب دوڑا۔ جلتی ہوئی کار کے قریب سے گزر کر وہ اپنی کار میں بیٹھا اور اُسے بیک کر کے گلی کے سرے پر لے آیا۔ ابجن اور ہیڈ لائٹس بند کر کے وہ اُتر آیا۔ اتنی دیر میں ارد گرد کے مکانوں سے کئی افراد باہر نکل آئے تھے۔

”کیا ہوا۔۔۔۔۔ یہ کار کس کی تھی۔۔۔۔۔ کار کس نے تباہ کی۔۔۔۔۔ کیسے تباہ ہوئی۔۔۔۔۔؟“ وہ لوگ عمران سے سوال کرنے لگے۔ مگر عمران کی نگاہیں جو لیا کو تلاش کر رہی تھیں۔ اُس نے خود کو گونگا اور بہرہ ظاہر کیا اور منہ سے غون غون کی آوازیں نکالتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ جو لیا اپنی جگہ پر موجود نہیں تھی۔ شاید وہ لوگوں کی پوچھ گچھ سے

بچنے کے لئے چھوٹی گلی میں گھس گئی تھی۔ کئی افراد عمران کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے اب بھی اُس سے سوال کر رہے تھے۔

عمران پہلی سی گلی میں داخل ہوا۔ گلی میں اندھیرا نہیں تھا مگر جویا وہاں بھی نہیں تھی۔ گلی کے مکین گلی سے نکل کر بڑی گلی میں آ رہے تھے۔ عمران جانتا تھا کہ چند لمحوں میں وہاں اچھی خاصی بھیڑ لگ جائے گی اور پولیس بھی پہنچ جائے گی۔ جو لیا بنانے کہاں چلی گئی تھی۔ وہ اُس کی تلاش میں وقت ضائع کرنے کی بجائے واپس چل دیا۔ ٹوسیٹر میں بیٹھا ہی تھا کہ پولیس کاروں کے سائرن سنائی دینے لگے۔ اس نے پھرتی سے انجن اسٹارٹ کیا اور ٹوسیٹر آگے بڑھا دی۔ بیک ویو مڑ میں دو پولیس کاروں کی سرخ روشنیاں دکھائی دے رہی تھی۔ چند لمحوں بعد عمران نے انہیں اُس گلی کے باہر رکتے دیکھا۔ اُن میں فائر بریگیڈ کی ایک گاڑی بھی شامل تھی۔ عمران نے رفتار بڑھا دی کہ ممکن ہے گلی کے مکین پولیس کو اس کے بارے میں بتائیں اور پولیس اس کے پیچھے چل پڑے۔ اُسے جویا پر حیرت ہو رہی تھی کہ وہ کیوں غائب ہو گئی۔ دفعتاً اُسے واضح ٹرانسمیٹر کا خیال آیا۔ اُس نے ایک لمحہ سے اسٹیرنگ سنبھالا اور دوسرے لمحہ سے واضح کا ونڈ بٹن باہر کھینچ کر جویا کی فریکوئنسی سیٹ کی اور جویا کو کال کرنے لگا۔

”ہیلو جویا ————— عمران کا ٹنگ —————“

مگر آدھا منٹ مسلسل کال کرنے کے باوجود رابطہ قائم نہ ہو سکا۔ عمران پریشان ہو گیا۔ کاروائی منزل کی طرف موڑتے ہوئے وہ حملہ آوروں کے بارے میں سوچنے لگا جنہوں نے اپنے تعاقب سے پیچھا چھڑانے کے لئے اپنی کار خود ہی تباہ کر دی تھی۔ شاید ان کا مقصد یہ بھی تھا کہ دھماکے میں عمران کی کار بھی تباہ ہو جائے گی مگر ایسا نہیں ہوا تھا۔

اُدھیڑ — عمر کے شخص کی آنکھوں میں بے پناہ چمک تھی۔
 اُس کی صحت بھی قابل رشک تھی۔ البتہ قد ذرا
 چھوٹا تھا۔ کمرے میں تنہا تھا اور بڑی بے چینی سے آرام کر رہی پہلو
 بدل رہا تھا۔ دفعتاً میز پر پڑے فون کی گھنٹی بجی اور اُس نے ہاتھ
 بڑھا کر کیسور اٹھالیا۔

”یس — ریڈ وولف بول رہا ہوں —“

”بلیک اسنیک بول رہا ہوں باس —“ دوسری جانب
 سے آواز آئی۔

”کہو — کیا رپورٹ ہے —؟“ ریڈ وولف نامی شخص
 نے چونکے ہوئے پوچھا۔

”سر — ہمارا مشن برقی طرح ناکام ہو گیا ہے اور...“
 بلیک اسنیک نے دوسری جانب سے کہنا چاہا۔

”کیا بک رہے ہو —؟“ ریڈ وولف اُس کی بات
 کاٹتا ہوا عزایا۔

”سر۔۔۔ اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں۔ سیمولش ہی کچھ ایسی ہو گئی تھی۔۔۔“ خوفزدہ آواز آئی۔

”تفصیل سے بتاؤ۔۔۔“ ریڈ وولف ہونٹ کاٹا ہوا غصیل لہجے میں بولا۔

اور دوسری جانب سے بلیک اسنیک تفصیلی رپورٹ دینے لگا۔ ریڈ وولف کے چہرے پر سوچ و فکر کی شکنیں گہری ہوتی چلی گئیں۔۔۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ صبح تم حسب معمول دفتر پہنچنا۔۔۔“ ریڈ وولف نے سوچتے ہوئے کہا ”وہیں بات ہوگی۔“

ساتھ ہی اُس نے رسیور کمریڈل پر رکھ دیا۔ چند لمحے سوچنے کے بعد اُس نے دوبارہ رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے لگا۔

”ہیلو۔۔۔ کرنل شفین اسپیکنگ۔۔۔“ رابطہ قائم ہونے پر آواز آئی۔

”کرنل۔۔۔ میں ریڈ وولف بول رہا ہوں۔ تم نے کیا فیصلہ کیا ہے۔۔۔“ اُس نے پوچھا۔

”میں پہلے ہی تمہیں جواب دے چکا ہوں۔۔۔“ کرنل کی خشک آواز سنائی دی۔ ”آئندہ مجھے فون نہ کرنا۔ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔۔۔ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔“

”نقصان تو اب تم اٹھاؤ گے کرنل۔۔۔“ ریڈ وولف نے

دانت پیستے ہوئے کہا۔ ”اگر تم اب بھی نہ صامند ہو جاؤ تو فائدے میں نہ ہو گے۔“ پچیس ہزار معمولی رقم ہتھیں ہے۔“
 ”میں لعنت بھیجتا ہوں پچیس ہزار پر بھی اور تم پر بھی۔“
 کمرنل دھاڑا۔

”پھر سوچ لو۔۔۔ میں صبح تک کی مہلت دینے کو تیار ہوں۔۔۔“ ریڈ وولف نے کہا۔
 ”تم سے جو ہو سکتا ہے کمر لو۔۔۔“ کمرنل نے کہا۔
 اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔۔۔ ریڈ وولف نے کمریٹل دیا
 کمر دوبارہ نمبر گھمائے۔

”یس۔۔۔ بلیک اسنیک بول رہا ہوں۔۔۔“ دوسری جانب سے آواز آئی۔
 ”کمرنل شفیق مرزا کو نمبر لگا دو۔“ ریڈ وولف نے حکمانہ
 لہجے میں کہا۔۔۔

”رائٹ سر۔۔۔ اور کوئی حکم۔۔۔؟“ بلیک اسنیک
 نے پوچھا۔۔۔

”بس۔۔۔ باقی ہدایات صبح دوں گا۔“ ریڈ وولف
 نے کہا۔۔۔

اور رسیور رکھ دیا۔ پھر وہ اٹھا اور کمرے سے نکل آیا۔۔۔
 راہداری میں ٹہلتے ہوئے گن بردار نے اُسے دیکھ کر سلام کیا۔ مگر وہ

جواب دیئے بغیر برآمدے کی طرف بڑھ گیا۔ پورنج میں نیلے رنگ کی کیڈ لاک کھڑی تھی۔ وہ کار میں بیٹھا اور انجن اسٹارٹ کر کے چل دیا۔ گیٹ پر کھڑے ایک اور گن بردار نے فوراً گیٹ کھول دیا۔ ریڈ وولف نے گیٹ سے نکل کر گلی میں بائیں جانب کار موڑ دی۔ سڑک پر پہنچ کر اُس نے کار کا رخ مین روڈ کی طرف کر دیا۔

سڑکیں سنان پڑی تھیں۔ اس وقت رات کے پونے دو بجے کا وقت تھا۔ تقریباً بیس منٹ بعد اُس نے ایک بلڈنگ کے نیچے کار روکی اور انجن بند کر کے اُتر آیا۔ چند لمحے وہ ایک فلیٹ کی کھڑکیوں پر نگاتیں جمائے کھڑا ہوا۔ پھر آگے بڑھا اور نیچے طے کر کے اُس فلیٹ کے دروازے پر پہنچ گیا۔ دروازہ بند تھا اُس نے کال بیل کا بٹن دبایا اور انتظار کر کے اُس کا ایک ہاتھ کوٹ کی جیب میں تھا۔ چند لمحوں بعد اندر سے قدموں کی آہٹیں اُبھریں اور آواز سنائی دی۔

”بجائے انہیں آدھی رات کے وقت گھر کا راستہ کیسے

نظر آ گیا۔“

ساتھ ہی ایک جھٹکے سے دروازہ کھل گیا۔ ریڈ وولف نے فوراً ہی جیب سے ریوالور نکال کر دروازہ کھولنے والے کے سینے پر رکھا اور اُسے دھکیلتا ہوا اندر گھس آیا۔

”کک — کیا مطلب — کون ہو تم —؟“ دروازہ کھولنے والا پہلایا۔

”اندر اور کون ہے —؟“ ریڈ وولف نے آہستہ سے پوچھا۔

”میرے بیوی اور بچے — ساس اور کُسر — سالی اور

سارے دویزہ وغیرہ —“ اُس نے جواب دیا۔

”سلیمان تمہارا ہی نام ہے؟“ ریڈ وولف نے پوچھا۔

”ہاں — مگر تمہیں کیسے معلوم ہوا —؟“ سلیمان نے

ہیرت سے پوچھا۔ ”کیا تم علم نجوم کے ماہر تو نہیں ہو —“

”وہو اس بند کمرہ —“ ریڈ وولف آہستہ سے عزایا ”اندر

چلو —“

”اندر پردہ ہے — تم نے کس سے ملنا ہے —“

سلیمان نے قدموں سے غصے سے کہا۔

ریڈ وولف نے اُسے گھورا مگر سلیمان کی احمقانہ شکل پر اُسے

ہنسی آگئی۔ سلیمان نے اُسے نرم پڑتے دیکھا تو دانت نکال دیئے۔

”اندر چلو — مجھے تم سے ضروری کام ہے —“ ریڈ وولف

نے مسکراتے ہوئے کہا ”میں تمہارے لئے پانچ سو روپے

لایا ہوں —“

پانچ سو روپے کا سن کر سلیمان کی باجیس پھیل گئیں۔ وہ خادمانہ

انداز میں پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

”آئیے صاحب — آپ پہلے ہی بتا دیتے تو اتنی دیر نہ ہوتی —“

ریڈ وولف اس کے ساتھ کمرے میں آیا اور کمرے کا بغور جائزہ لیتا ہوا دوسرے کمرے کی طرف دیکھنے لگا جس کا دروازہ بند تھا۔ سلیمان نے اُسے بیٹھنے کی پیش کش کی۔

”اس کمرے میں کون ہے؟“ ریڈ وولف نے پوچھا۔

”کوئی بھی نہیں — یہ ہمیشہ بند رہتا ہے۔ اور اس کی چابی

بھی صاحب کے پاس ہے۔“ سلیمان نے بتایا۔

”عمران کہاں ہے؟“ ریڈ وولف نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے سوال کیا۔

”آپ کو مجھ سے کام ہے یا عمران صاحب سے؟“

سلیمان نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”کام تو تم سے ہی ہے — ویسے ہی پوچھ رہا تھا۔“

ریڈ وولف نے مسکرا کر کہا ”بہر حال چائے بنا لاؤ — میں

رتم نکالتا ہوں۔“

رتم کا دوبارہ سن کر سلیمان کھل اُٹھا اور باورچی خانے میں

گھس گیا۔ ریڈ وولف اُٹھا اور اُس نے چپکے سے آگے بڑھ کر

باورچی خانے کے دروازے کی باہر سے کنڈی لگا دی۔ پھر دوسرے

کمرے کی طرف بڑھا۔ اُس نے سائیلنسر لگے ریوالور کی نال کی ہول

پر رکھ کر فائبر کیا اور لاک بیکار ہو گیا۔ وہ سینڈل گھما کر اندر داخل ہو گیا۔ کمرے میں ایک بیڈ، میز اور میز پر رکھا فون پڑا تھا۔ اسی لمحے سلیمان کی آواز سنائی دی۔

”صاحب جی — دروازہ کھولو۔ چائے تیار ہو گئی ہے۔“
ریڈ وولف باہر نکلا اور دروازہ بند کر دیا۔ پھر کچن کا دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی سلیمان کے ہاتھ میں پکڑا فرائی بین اس کے سر پر پڑا اور ریڈ وولف لڑکھڑا گیا۔ اس کے سنبھلنے سے پہلے ہی سلیمان نے دوسرا وار کیا۔ اس بار ریڈ وولف کے ہاتھ سے ریوالتز نکل گیا۔۔۔ مگر پھر وہ جلدی سے سنبھل گیا۔ اس نے ایک ہاتھ سے فرائی بین پکڑتے ہوئے سلیمان کے منہ پر گھونسہ دیکر دیا۔
سلیمان لڑکھڑایا اور چوکھٹ سے ٹکرا کر پشت کے بل کچن کے فرش پر گر پڑا۔

ریڈ وولف نے جلدی سے اپنا ریوالتز اٹھایا اور سلیمان کی طرف تان لیا۔ لیکن سلیمان پہلے ہی ساکت پڑا تھا۔ شاید فرش پر سر ٹکرانے سے وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ ریڈ وولف نے خوشخوار نظروں سے اُسے دیکھتے ہوئے ریوالتز جیب میں ڈالا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ باہر آ کر اُس نے ارد گرد کا جائزہ لیا اور زینے اتر کر اپنی کار کے پاس آیا۔ کار میں بیٹھ کر اُس نے کار اسٹارٹ کی اور چل پڑا۔ مگر وہ اس حقیقت سے بے خبر تھا کہ

بائیں جانب کھڑی ایک اور کار بھی حرکت میں آکر اُس کے پیچھے چل دی تھی۔

نے کنکھیوں سے پیچھے دیکھا۔ فوجی وردیوں میں بلیک زیر و ملبوس وہ چار پانچ محافظ تھے۔ شاید مرنے والوں کی پیٹھوں نے انہیں ادھر متوجہ کیا تھا۔ اُس نے ہاتھ بلند کئے اور پھر ایک محافظ کے حکم پر کھڑا ہو گیا۔ اُس کے چہرے پر اب بھی نقاب تھا۔

”کون ہو تم۔ اور انہیں کس نے ہلاک کیا۔“ سوالدار کے رینگ کے ایک فوجی نے سوال کیا۔

بلیک زیر و خاموش رہا۔ وہ اُن کے سامنے اپنی شخصیت بے نقاب نہیں کرنا چاہتا تھا۔

”جواب دو۔“ ”دوسرے محافظ نے حکمانہ لہجے میں کہا ”دور نہ شوٹ کر دیئے جاؤ گے۔“

بلیک زبرد اُس کا ہجر برداشت نہ کر سکا اور غصیلے لہجے میں بولا ”میرے کوٹ کی دائیں جیب میں میرا تعداد فی کارڈ موجود ہے دیکھ لو۔۔۔ مگر جلدی کرو۔ ان نقاب پوشوں کا سرغٹہ بیچ کر نکل گیا ہے۔۔۔“

”تم بھی تو ان کے ساتھی لگتے ہیں۔۔۔“ حوالدار نے اس کی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے طنز یہ لہجے میں کہا۔

بلیک زبرد ضبط کر گیا۔ اگر وہ چار پانچ گنوں کی زد میں نہ ہوتا تو شاید اس پر ہاتھ چھوڑ دیتا۔

”ہنیں۔۔۔ بلکہ یہ لوگ اسٹیشن تباہ کرنے آئے تھے۔ میں نے انہیں ہلاک کر ڈالا۔۔۔ اس بیگ میں ٹائم بم موجود ہیں۔۔۔ دیکھ لو۔۔۔“

حوالدار نے اُس کی جیب سے کارڈ نکالا اور ٹارنچ جلا کر پڑھنے لگا۔ کارڈ پر بلیک زبرد کے فرمینی نام کے ساتھ آفسیر آن پشیل ڈیوٹی چھپا ہوا تھا اور محکمہ کا نام انٹیلی جنس بیورو درج تھا۔ کارڈ پڑھتے ہی حوالدار نے کھٹ سے سلام جھاڑا۔ اُس کے ساتھیوں نے بھی حیرت سے منہ پھاڑتے ہوئے اس کی تقلید کی۔

”یہ ٹائم بم اور لاکشیں اٹھا کر گیٹ پر لے چلو۔ میں وہیں آ رہا ہوں۔۔۔“ بلیک زبرد جلدی سے بولا۔

اور وہ اس کے حکم کی تعمیل میں لگ گئے۔ حوالدار نے بیگ

اور مشین گنیں اٹھالیں جبکہ باقی افراد لکشیں اٹھانے لگے۔ اُن کے دہاں سے ہنستے ہی بلیک زیرو تیری سے ایک جانب چل پڑا۔ اس کا رخ سڑک کی جانب ہی تھا۔ راستے میں ہی اُس نے صفدر سے واضح ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کیا۔

”کیا رمل —؟“ اُس نے سلسلہ ملنے پر پوچھا۔

”وہ اس طرف نہیں آیا جناب —“، صفدر کی آواز

ساتھی دی۔

اور بلیک زیرو سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ تیری نے شیڈر لیٹ کے پاس چھوڑے ہوئے اپنے نقاب پوش ساتھی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ہوگی اور جواب نہ ملنے پر ہوشیار ہو گیا ہوگا۔ ظاہر ہے اس صورت میں وہ پاگل نہیں تھا کہ ادھر کا رخ کرتا۔

”اچھا — تم نقاب پوش کو دانش منزل کے لاک اپ میں پہنچا دو۔“

اور کیپٹن بابر —

”یس سر —“ کیپٹن بابر کی چاک دیچر بند آواز آئی۔

”تیری بد معاش کو جانتے ہو —؟“ بلیک زیرو

نے پوچھا۔

”شاید داور کے گروہ کا آدمی ہے؟“ کیپٹن بابر نے کہا۔

”ہاں — اور آجکل وہ ”نوبھورت لیٹڈ“ میں ملازم

ہے۔ تم واپسی پر اُس کی رملتس گاہ کی طرف چلے جانا۔ اُس کی

نگرانی کرو اور کوئی خاص بات معلوم ہونے پر مجھے مطلع کرو۔“
 ”بہت بہتر سر۔۔۔“ کیپٹن بابر کی آواز آئی ”اور کوئی

حکم۔۔۔؟“

”بس۔۔۔“ بلیک زیرو نے برابر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

اور وائس ٹرانسمیٹر آف کمر دیا۔ کچھ دیر بعد وہ اسٹیشن کو جانوالی
 سڑک پر پہنچا اور اپنی کار میں بیٹھ کر شہر کو چل دیا۔

دانش منزل میں داخل ہوتے ہی اس کی نظر کیاؤنڈ میں گھڑی
 عمران کی ٹوسیٹر پر پڑی اور وہ چونک پڑا۔ اُس نے ٹوسیٹر کے
 پیچھے کار روکتے ہوئے گھڑی پر نظر ڈالی رات کا ڈیڑھ بج رہا
 تھا۔ ابجن بند کمرے کے دروازے پر جوزف گیٹ بند کمرے واپس
 آ رہا تھا۔

”عمران صاحب کب آئے؟“ اُس نے جوزف سے پوچھا۔

”ڈیڑھ دو گھنٹے ہو چکے ہیں۔ آپ کا پوچھ رہے تھے؟“

جوزف نے بتایا۔

”صفر کوئی آدمی یہاں چھوڑ گیا ہے۔“ بلیک زیرو نے

برآمدے کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا۔

”جی ہاں۔۔۔ وہ لاک اپ نمبر دو میں بند ہے۔ بے ہوش

ہے۔“ جوزف نے جواب دیا۔

بلیک زیرو نے اُسے آپریشن روم میں چائے لانے کی ہدایت

کی اور جو زف کچن کی طرف مڑ گیا۔ بلیک زیر و آپریشن روم میں داخل ہوا تو عمران صوفے پر جوتوں سمیت پڑا خراٹے نشر کر رہا تھا۔ بلیک زیر و مسکرایا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ عمران کے خراٹے کُرسی کھسکنے کی آواز کے ساتھ بند ہو گئے۔ اُس نے آنکھیں کھول کر بلیک زیر و کی طرف دیکھا اور اُٹھ کر بیٹھتا ہوا پہکا۔

”اوہ — بلیک صفر — تم کب آئے۔ یار آنے سے پہلے کال بیل بجالتے یا مجھے جگا دیتے —“ پھر اُس نے فوراً ہی سلیمان کو آواز دی۔

”ارے سلیمان پشادری — چاتے لالہ دی سے —“
 ”سلیمان ایرانی کہتے کہتے آپ پشادری کہنے لگ گئے۔ یہ کب تبدیلی آتی ہے —“ بلیک زیر و نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جب سے ایران پر عراقی حملے شروع ہوئے ہیں سلیمان بھاگ کر پشادری بن گیا ہے —“ عمران نے احمقانہ سنجیدگی سے جواب دیا ”تم سناؤ — بچے تو خیریت سے ہیں نا۔ بیگم کا کیا حال ہے۔ نیا چوڑہ کب نکال رہی ہے۔“

”لا حول واللہ — یہ آپ کا فلیٹ نہیں آپریشن روم ہے —“
 بلیک زیر و نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اوہ — تو کیا میرا آپریشن ہو نیوالا ہے —؟“
 عمران نے اچھل کر کہا۔

”یہ دانش منزل ہے جناب — ہسپتال کا آپریشن روم نہیں۔“
 بلیک زیر و بولا۔ ”اور میرے پاس آپ کے لئے بڑی گرم گہما گرم
 خیر ہے۔“

”اچھا۔“ عمران نے حیرت سے آنکھیں بھاڑیں مگر
 پھر جلدی سے بولا ”مگر میرے پاس اس سے بھی زیادہ گرم خیر
 ہے۔ سناؤں۔“

”فرمائیں۔“ بلیک زیر و چونکتا ہوا بولا۔
 ”نہیں۔“ پہلے تم گرم جاتے پلاؤ۔“ عمران نے مسکرا کر کہا۔
 ”چائے جوزف لارڈ ہے۔“ آپ بتائیں۔“ بلیک زیر و
 نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور اسی وقت جوزف چائے لیکر اندر داخل ہوا۔
 ”ہیلو باس۔“ آپ جاگ گئے۔“ جوزف نے دانت
 نکالتے ہوئے کہا۔

”تمہارا مطلب ہے تمہیں میرے جاگنے کی کوئی امید نہیں تھی۔“
 عمران نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔“ میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا باس۔“ جوزف
 جلدی سے بولا ”میں تو آپ سے ایک درخواست کرنا چاہتا تھا۔“
 ”کرو کرو۔“ عمران نے سر ہلا کر کہا ”مگر شادی کی دست
 منظور نہیں کی جائے گی۔“

”شادی —“ جو زف نے یوں منہ بنایا جیسے کوئین چبالی ہو
 ”ہنیں باس — میرا شادی کا کوئی ارادہ نہیں۔ میں تو کوڑے میں اضافہ
 کی درخواست کرنا چاہتا ہوں —“

”جو زف —“ عمران حلق کے بل چیخا ”گیٹ آؤٹ —“

اور جو زف نے بوکھلا کر دروازے سے باہر چھلانگ لگا دی ...

بلیک زیر و بے اختیار ہنسنے لگا۔ پھر وہ پیالیوں میں چائے انڈیلنے
 لگا۔ ٹھیک اسی لمحے عمران کی واضح ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا
 اور اُس نے چونک کر واضح کا ونڈ بٹن باہر کھینچ ڈالا۔

جولیا کو ہوش آیا تو خود کو ایک جھوٹے سے کمرے
 کے ٹفنڈے فرش پر پا کر اُسے حیرت ہوئی۔ وہ
 اُمٹھ بیٹھی۔ ذہن پر زور دیتے ہی اُسے یاد آ گیا کہ اُس پر کیا ہوتی تھی۔
 عمران جلتی ہوئی کار کے قریب سے اپنی ٹوسیٹر ہٹانے گیا تو پیچھے سے
 کسی نے اُس کے سر پر ضرب لگائی تھی اور اس کا منہ بھی ہاتھ سے
 دبا لیا تھا۔ وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ یہاں وہ
 کیسے پہنچی، وہ لاعلم تھی۔ کمرے میں واحد دروازے کے سوا نہ کوئی
 کھڑکی تھی اور نہ دوسرا دروازہ۔ البتہ دس بارہ فنٹ کی بلندی پر
 ایک روشندان نظر آ رہا تھا۔ دائیں جانب دیوار کے پاس ایک پرانا
 پلنگ پڑا تھا مگر اُس پر نہ چڑھی ہوئی گھر دکھا رہی تھی کہ وہ کافی عرصہ
 سے استعمال میں نہیں لایا گیا۔

اُس نے اُمٹھ کو دروازے کا جائزہ لیا۔ اور اس پر دو تین بار
 ہاتھ مارا اور انتظار کرنے لگی۔ اس کی گھڑی پر اس وقت رات
 کے سوا دو بجے تھے گو یادہ تقریباً چار گھنٹے بے ہوش رہی تھی۔

ایک منٹ گزر گیا۔ اور کوئی آواز نہ سنائی دی۔ اس نے اس بار زیادہ زور سے دروازہ ہتھکیا، نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔ آدھے منٹ بعد باہر کسی کے قدموں کی آہٹیں اُبھرنے لگیں۔ جو لیا پیچھے ہٹ گئی۔ چند لمحوں بعد قفل میں چابی گھومنے کی آواز سنائی دی۔ پھر دروازہ کھل گیا، باہر ایک نقاب پوش کھڑا اُسے گھور رہا تھا۔ ایک ہاتھ میں ریوالور تھا۔

”کیا بات ہے۔۔۔ کیوں اپنے ساتھ ہمیں بھی بے آرام کر رہی ہو۔۔۔“ وہ سزا دیا۔ ہجے سے غیر ملکی لگتا تھا۔

”یہ کون سی جگہ ہے۔۔۔ اور مجھے کیوں بند کر رکھا ہے۔۔۔“ جو لیا نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”سو جاؤ۔۔۔ تمہارے سوال کا جواب تمہیں صبح ہی ملے گا۔“ نقاب پوش نے کہا۔

اور دروازہ بند کرنے لگا۔ جو لیا فوراً سزا دیتی ”ٹھہرو۔۔۔“

مجھے پیکس لگی ہے۔۔۔ پانی لا دو۔۔۔“

”اچھا۔۔۔“ اُس نے کہا۔

اور دروازہ بند کرنے چلا گیا۔ چند لمحوں بعد دوبارہ دروازہ

کھلا۔ اور نقاب پوش پانی کا گلاس لئے اندر آ گیا۔ اُس نے گلاس

جو لیا کی طرف بڑھایا۔ مگر جو لیا نے گلاس پکڑنے کی بجائے

اُس کی کلائی پکڑ کر تیزی سے جوڑو کا داؤا استعمال کیا اور نقاب

پوش اُس کی پشت پر سے ہوتا ہوا اُس کے سامنے آگرا۔ اُس کے ہاتھ سے گلاس چھوٹ گیا اور فرش پر گر کر پور ہو گیا جبکہ ریوالور ہاتھ سے نکل کر کونے میں جا پڑا تھا۔ جو لیانے فوراً اُس کے چہرے پر ٹھوکر رسید کی اور نقاب پوش کی چیخ نکل گئی۔

جو لیانے ریوالور کی طرف چھلانگ لگائی۔ اگلے ہی لمحے وہ ریوالور اٹھا کر اُس پر تان چکی تھی۔ نقاب پوش فرش پر پڑا اُسے خوفزدہ لگا ہوں سے گھور رہا تھا۔ جو لیانے اُسے قدموں دروازے کے پاس جا کر دروازہ بند کیا۔ اور ریوالور کے ٹریگم پر انگلی رکھتے ہوئے اہستہ سے سزائی۔

”ہاں۔۔۔ اب تباؤ۔۔۔ یہ کونسی جگہ ہے۔۔۔ اور تم لوگ کون ہو۔۔۔؟“

”تمہیں یہ جرأت بہت مہنگی پڑے گی جو لیا۔۔۔“ وہ ریوالور پر نظر جاتا ہوا غصیلے لہجے میں بولا۔

”تمہیں اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے۔۔۔ جلدی تباؤں درنہ میں رحم نہیں کھاؤں گی۔۔۔“ جو لیا بولی۔

”یہ جیک لائن کی تلیسری کوٹھی ہے۔۔۔“ وہ ہونٹ کاٹتا ہوا بولا۔ ”لیکن اس غلط فہمی میں نہ رہنا کہ تم یہاں سے زندہ سلامت نکل جاؤ گی۔ میرے علاوہ یہاں دس بارہ آدمی اور بھی ہیں۔۔۔“

”کوئی بات نہیں۔۔۔ اُن سے بھی نیٹ لوں گی۔ تم یہ تباؤں کہ

مجھے کیوں اغوا کیا گیا۔۔۔؟“

”میں نہیں جانتا۔ اغوا کر نیوالے میرے ساتھی تھے مگر انہوں نے مجھے دہر نہیں بتائی۔۔۔“

جولیانا نے اُس سے مزید ایک دو سوال پوچھے جن کے جواب درست معلوم نہیں دیئے گئے تھے۔ تب جولیانا آگے بڑھی اور ریولور کے دستے سے اُس کے سر پر ضرب لگا دی۔ نقاب پوش بے ہوش ہو گیا۔ جولیانا نے اُس کے چہرے سے نقاب اتارا۔ وہ سفید فام باشندہ تھا۔ اُس نے کچھ سوچا اور پھر واضح ٹرانسمیٹر آن کر کے عمران سے رابطہ قائم کرنے لگی۔

”ہیلو عمران۔۔۔ جولیانا لنگ۔۔۔“

”ویس ڈاڈ لنگ۔۔۔“ سلسلہ ملتے ہی عمران کی آواز سنائی دی۔

”کہاں ہو تم۔۔۔؟“

”سبجیڈگی سے سنو۔۔۔“ جولیانا غرائی ”ویس یہاں چند سفید فاموں

کی قید میں ہوں۔۔۔“

”کب چھوڑو گی۔۔۔ میرا مطلب آزاد ہونے کی اطلاع کب دو گی؟“

عمران چپکا۔ ”ویسے میرا اندازہ بھی یہی تھا، کیونکہ میں نے تمہیں فون کرنے کے علاوہ ٹرانسمیٹر پر بھی کال کرنے کی کوشش کی تھی۔۔۔“

جولیانا نے سارا واقعہ بیان کر ڈالا۔ جواب میں عمران کی سبجیڈہ آواز آئی۔۔۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ اب تم وہاں سے پندرہ بیس منٹ بعد فرار
ہونا۔ اس طرح کہ کسی کو فوری طور پر علم نہ ہونے پائے۔ میں اُن کا
بندوبست کرتا ہوں۔۔۔“

”تم کیا کرو گے۔۔۔؟“ جولیانا نے پوچھا۔

”میں ڈنگ ڈنگ ڈنگ کی ٹانگ کی تال پر ٹوٹ کر نیکی کوشش
کروں گا۔ خدا حافظ۔۔۔“ عمران نے احمقانہ ہلچے میں کہا۔

اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔ جولیانا نے بھی مسکراتے ہوئے ٹرانسمیٹر آف
کر دیا۔ پھر وہ ریو الوور ہاؤس میں لئے دروازے کی طرف بڑھی۔ دروازہ
کھول کر اُس نے باہر جھانکا۔ راہداری میں کوئی نہیں تھا۔ وہ دبے
پاؤں باہر نکلی اور اُس طرف بڑھنے لگی جبھر برآمدہ معلوم ہوتا
تھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ برآمدے میں پہنچتی، دائیں جانب ایک
دروازہ کھلا اور ایک آدمی نے بڑی پھرتی سے باہر نکل کر اُس پر
چھلانگ لگا دی۔ جولیانا کو فائر کرنے کا موقع نہ مل سکا اور ریو الوور
اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اُس لحیم شحیم بلڈ اگ شکل سفید فام نے
اُسے دبوچنے کی کوشش کی مگر جولیانا نے جلدی سے اُس کی ناف میں
گھٹنا رسید کر دیا۔

بلڈ اگ شکل کہتا ہوا لڑکھڑایا۔ فوراً ہی جولیانا نے اُس پر جمپ
کیا اور وہ شخص اُچھل کر پشت کے بل فرش پر جا گرا۔ جولیانا اُس کے
اوپر گری مٹی مگر اُس شخص نے جلدی سے کروٹ بدلتے ہوئے جولیانا

کو اپنے اوپر سے دھکیل کر فرش پر گرایا اور سیدھے ہو کر بولیا کہ
 سینے پر چڑھنے کی کوشش کی ہی تھی کہ بولیا نے دونوں ٹانگیں سمیٹ کر
 اُس کے سینے میں پاؤں رسید کر دیئے وہ اچھل کر پیچھے جاگرا۔ بولیا
 تیزی سے کھڑی ہو گئی۔ بلڈاگ شکل نے بھی کھڑے ہونے کی کوشش
 کی مگر بولیا نے تیزی سے اچھل کر اُس کے جبرے پر ٹھوکر رسید
 کر دی۔ وہ چیخا اور خون تھوکنے لگا۔

بولیا جانتی تھی کہ اگر وہ سنبھل گیا تو انتقامی طور پر اُسے چیرھاٹ
 کر رکھ دے گا۔ اس نے بلڈاگ شکل کو سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر دوسری
 ٹھوکر اُس کی پسلیوں میں جھائی۔ اور اُس نے در سے بلبلاتے ہوئے
 پہلو پر ہاتھ رکھ لیا۔ بولیا نے پھر اُس کے چہرے پر ٹھوکر رسید کی
 اور تیزی سے فرش پر گرے ہوئے ریوالور کی جانب لیکی۔

ریوالور اٹھا کر وہ برق کی سی تیزی سے مڑی ہی تھی کہ ایک
 فائر ہوا اور ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ بولیا نے کھاتے ہوئے
 اپنا ہاتھ تھام لیا۔ ایک انگلی زخمی ہو گئی تھی۔ اُس نے نظراًٹھا کر دیکھا۔
 کھلے دروازے میں ایک نقاب پوش ریوالور لے اُسے گھور رہا تھا۔
 ”دوسری گولی تمہیں تحت الثریٰ پہنچا سکتی ہے مرس بولیا۔“

نقاب پوش نے عزا ہٹ آمیز لہجے میں کہا ”تمہارے لئے اتنی ہی
 رعایت کافی تھی کہ میں نے تمہیں وائچ ٹرانسمیٹر پر عمران سے بات
 کرنے دی۔ پہلو ہاتھ اٹھا کر اندر آ جاؤ۔“

عمران اور وائج ٹرانسمیٹر کا حوالہ سن کر بے اختیار چونک پڑی۔ گویا وہ لوگ اُسے وائج ٹرانسمیٹر استعمال کرتے دیکھتے رہے تھے۔ اور اس کے فزادہ کی کوشش سے واقف تھے۔ بلڈاگ شکل اُٹھ کر ریوالور اُٹھا چکا تھا۔ اُس کے منہ سے خون رس رہا تھا۔

جو لیا نے طویل سانس لیا اور ہاتھ بلند کئے کمرے میں داخل ہو گئی۔ ریوالور بردار نقاب پوش پیچھے ہٹ کر میز کے عقب میں رکھی کرسی پر بیٹھ گیا مگر جو لیا سامنے دیوار پر لگے ٹی وی اسکرین کو دیکھ رہی تھی جو روشن تھا اور اُس پر راہداری کا منظر نظر آ رہا تھا۔

Waqar Azhar
Pakistanipoint.com

بڑی خاموشی سے اُس شخص کی کار کا تعاقب کر
چوہان رہا تھا جسے اُس نے عمران کے فلیٹ میں جاتے
 اور پھر باہر آکر روانہ ہوتے دیکھا تھا۔ وہ پچھلے دو گھنٹوں سے عمران
 کے فلیٹ کی نگرانی کر رہا تھا اور اُس نے یہ نگرانی اکیسٹو کے حکم پر
 شروع کی تھی۔ تعاقب کرتے ہی اُس نے اکیسٹو کو وائچ ٹرانسمیٹر پر
 اُس شخص کی روانگی کی اطلاع دیدی تھی۔ کیڈ لاک کار کچھ دیر سڑکوں پر
 بے مقصد گھومنے کے بعد پہاڑیوں کو جانے والی سڑک پر مڑی تو
 اُس نے وائچ ٹرانسمیٹر پر ایک بار پھر اکیسٹو کو کال کیا اور رپورٹ دی۔
 ”ٹھیک ہے۔۔۔ ہو شیار ہی سے تعاقب کرتے رہو۔ ممکن ہے
 اُس کا ٹھکانہ ادھر ہی ہو۔ سخت احتیاط کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ تم اُلٹا پھنس
 جاؤ۔۔۔“

”بے فکر رہیں جیف۔۔۔ ابھی تک اُسے اپنے تعاقب کا شبہ نہیں
 ہوا۔۔۔“ چوہان نے پُر یقین لہجے میں کہا۔
 دوسری جانب سے اکیسٹو کی آواز آنا بند ہوئی تو اُس نے بھی وائچ

ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اور رفتار کم کر کے درمیانی فاصلہ بڑھا دیا۔ کیڈ لاک کارکیاں رفتار سے دوڑ رہی تھیں۔ جلد ہی وہ پہاڑیوں میں پہنچ گئے۔ چوہان کیڈ لاک سے صرف پچاس ساڑھ گز کے فاصلے پر تھا۔ کچھ دیر بعد ایک موٹر پر کیڈ لاک کی عقبی سرخ بتیاں غائب ہو گئیں۔ چوہان بھی موٹر پر پہنچا۔ مگر پھر اُس نے یکدم رفتار کم کرتے ہوئے بریک لگا دی۔ موٹر کی دوسری جانب سے ایک پتھریلا راستہ دائیں جانب اُتر رہا تھا اور کیڈ لاک اسی راستے پر جا رہی تھی۔

چوہان نے مین روڈ پر ایک چٹان کی آڑ میں کار روکتے ہوئے تمام بتیاں بجھا دیں اور اجن بند کر کے اُتر آیا۔ واپس چند قدم چلنے کے بعد وہ دائیں جانب والے راستے پر اُتر گیا۔ اتنی دیر میں وہ کیڈ لاک کار غائب ہو چکی تھی۔ شاید کسی پہاڑی کی اوٹ میں چلی گئی تھی۔ ہر سو اندھیرا اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔ چوہان تیزی سے اُس راستے پر اگے بڑھنے لگا۔ جلد ہی وہ اسی بنی بنی پہاڑیوں میں جا پہنچا۔ کیڈ لاک ابھی تک کہیں نظر نہیں آئی تھی۔ چوہان محتاط ہو کر چل رہا تھا۔

مگر جوہنی وہ ایک چٹان کے قریب سے گزرنے لگا، اُس چٹان کے عقب سے تین افراد نکلے اور انہوں نے چوہان کو گھیرے میں لے لیا۔ اُن کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔

”کون ہو تم اور ادھر کیا لینے آئے ہو۔“ ایک آدمی نے سخت ہلچے میں پوچھا۔

”میں راستہ بھول کر ادھر آ نکلا ہوں۔“ چوہان نے تیزی سے اُن کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

”ہوں۔۔۔۔۔ ان دیران پہاڑیوں میں کونسی آبادیاں ہیں کہ تم رات کے دو بجے بھول کر ادھر آ گئے۔“ ایک آدمی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”یہ شاید باس کا تعاقب کرتا ہوا ادھر آ نکلا ہے۔“ دوسرے آدمی نے چونسکتے ہوئے کہا۔

”یقیناً۔۔۔۔۔ لے چلو اسے۔“ تیسرے نے کہا ”سرکاری جاسوس معلوم ہوتا ہے۔“

”تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔“ چوہان نے نرم لہجے میں کہا۔
 ”اس کی آنکھوں پر بیٹی باندھ لو۔“ مگر ٹھہر و پہلے اس کے ہاتھ لپشت پر باندھو۔“ پہلے نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

چوہان وہاں گم فائدہ ہونے نہیں آیا تھا۔ پھر یہ بھی ضروری تھا کہ پہلے اکیسٹو کو اطلاع دیدے۔ چنانچہ جوہنی ایک شخص نے اپنی ٹاٹی اتار کر اُس کی پشت پر باندھنے کی کوشش کی، چوہان نے یکدم اُچھل کر سامنے کھڑے شخص کے سینے میں لات جائی اور پھرتی سبے مڑ کر عقب والے پر چھلانگ لگا دی۔

لات کھانے والا اُچھل کر پشت کے بل گرا اور کراہنے لگا۔ دوسرے کو چوہان نے دبوچتے ہوئے پتھر ملی زمین پر گرا دیا۔ تیسرے نے

جلدی سے اسٹین گن سیدھی کرتے ہوئے غرا کر کہا۔

”ٹھہرو ——— در نہ پھلنی کر دوں گا ———“

مگر چوہان نے پرواہ نہ کی اور اُس کے ساتھی کے سینے پر ہر
چڑھ کر اُس کی گمر دن پر ہر ہاتھ جما دیئے۔ وہ نیچے دبا تڑپنے لگا۔ تیسرے
نے آگے بڑھ کر چوہان کے سر پر گن کا کندہ رسیدہ کرنا چاہا مگر چوہان
نے جلدی سے سر پیچھے ہٹا لیا۔ نتیجے میں گن کا کندہ نیچے پڑے شخص کے
منہ پر لگا اور وہ بے اختیار ہیچ پڑا۔ چوہان نے جلدی سے اُس
کی گن پر ہاتھ ڈالا اور ایک جھٹکے سے کھینچ لی۔ وہ منہ کے بل چوہان
پر آگرا۔ مگر چوہان نے جلدی سے اُسے ایک جانب دھکیلا اور نیچے
پڑے شخص کے سینے سے اتر گیا۔ لیکن اسی لمحے پیچھے سے ایک آدمی نے
اُس کی کمر سے گن لگا دی اور عزایا۔

”بس ——— بہت ہو چکا ایکشن ——— اگر حرکت کی تو کمر میں

بلیسوں گولیاں اتر جائیں گی۔“

چوہان نے کنکھیوں سے پیچھے دیکھا۔ اور گن پھینک کر ہاتھ اٹھا
دیئے۔ باقی دونوں بھی کھڑے ہو گئے۔ زخمی پھرے والے نے قریب آکر
اُس کی کینٹی پر ٹکرا سید کیا اور چوہان لڑکھڑا کر گمر پڑا۔ اُس کے
ہرکس و حواس معطل ہو گئے۔ اور جب ہوش ٹھکانے آئے تو اُس
کے دونوں ہاتھ پشت پر باندھے جا چکے تھے اور آنکھوں پر بھی سیا
پٹی بندھی ہوئی تھی۔

وہ اٹھ بیٹھا۔ ایک آدمی نے اُسے کندھے سے پکڑ کر اٹھایا اور نامعلوم سمت لیجانے لگا۔ قدموں کی آہٹوں سے پتہ چلتا تھا کہ باقی دونوں اس کے پیچھے آ رہے ہیں۔ اُس کے ساتھ چلنے والے نے اس کا بازو مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔ اونچے نیچے پتھر لیے راستوں پر وہ تقریباً دس منٹ تک چلتے رہے۔ پھر ایک جگہ رُک گئے۔

”یہ کون ہے۔۔۔؟“ ایک آواز سنائی دی۔

”نمرکاری جاسوس معلوم ہوتا ہے۔۔۔ اور شاید باس کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں پہنچا ہے۔۔۔“ جوہان کے ساتھ آنیوالوں میں سے ایک نے کہا ”اس نے فرار ہونے کی کوشش کی تھی۔۔۔“

”تم اسے وہیں گولی مار کر پھینک دیتے۔۔۔ ادھر لٹنے کی کیا ضرورت تھی۔۔۔“ پہلی آواز کا لہجہ غصیلہ تھا۔

”ہم نے سوچا شاید باس اس سے کوئی پوچھ گچھ کرنا چاہیں۔۔۔“ دوسری آواز نے کہا ”تم باس کو اطلاع دیکر ہدایات حاصل کر لو ہم انتظار کرتے ہیں۔۔۔“

کسی کے دُور ہوتے قدموں کی آہٹیں سنائی دیں۔ آنکھوں پر پٹی بڑی مضبوطی سے باندھی گئی تھی۔ اس لئے جوہان کوشش کے باوجود نہ دیکھ سکا کہ اُس کے ارد گرد کیا ہے۔ تقریباً دو منٹ بعد قدموں کی آہٹیں واپس آتی سنائی دیں۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ اسے اندر لے چلو۔۔۔ باس انتظار کر رہا

ہے۔۔۔ آواز سنائی دی۔

کسی نے چوہان کا بازو پکڑا اور اُسے چلنے کا حکم دیا۔ چوہان کو کشش کے باوجود اندازہ نہ کر سکا کہ وہ کس سمت میں جا رہے ہیں۔ البتہ یہ احساس ضرور ہوتا تھا کہ وہ کسی ڈھلوان راستے پر اتر رہے تھے۔۔۔ اس بار صرف ایک منٹ تک سفر جاری رہا۔ اور وہ رُک گئے۔ دوسرے ہی لمحے چوہان کی آنکھوں سے سیاہ بٹی کھول دی گئی۔ ایک لمحہ کے لئے چوہان کی آنکھیں بندھیا گئیں۔ پھر جب وہ دیکھنے کے قابل ہوا تو چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں تھا۔ دیواروں پر سفید پینٹ کیا ہوا تھا۔ دائیں بائیں کی دیواروں پر دو اسکرین روشن تھے جن میں سے ایک پر پہاڑیوں کا منظر تھا۔ دایاں چہنگن بردار ٹھیل رہے تھے۔ جبکہ دوسرے اسکرین پر ایک بال نما کمرے کا منظر نظر آ رہا تھا۔ اس میں ایک بہت کمیشن چل رہی تھی۔

سامنے ایک آہنی میز کے پیچھے وہ شخص بیٹھا تھا جس کا چوہان تعاقب کرتا ہوا دایاں تک پہنچا تھا۔ وہ بڑی خوشخوار لگائیوں سے چوہان کو گھور رہا تھا۔ یقیناً وہی باس تھا۔

”ہوں۔۔۔ تو تم میرا تعاقب کرتے رہے ہو۔۔۔“ دفعتاً

وہ عزایا: ”اپنا تعارف کراؤ۔۔۔“

”میں نے کسی کا تعاقب نہیں کیا۔ اپنے ایک دوست سے ملنے اس

طرف آیا تھا۔ مگر راستہ بھول کر اُن کی بسی میں جا نے کی بجائے ادھر

آنکلا۔۔۔“

”بکواس بند کرو۔۔۔ ریوالور حبیب میں رکھ کر تم دوست کو ملنے آئے تھے۔۔۔“ وہ طنز پر لہجے میں بولا۔

پھر اُس نے چوہان کے ساتھ آنے والوں میں سے کہا ”جب ڈ۔ اسے لیجاؤ اور اس سے معلوم کرو کہ یہ کون ہے اور کس کے حکم پر یہاں آیا تھا۔ اس کے لئے ہمتیں اس کی ہڈیوں سے گوشت بھی علیحدہ کرنا پڑے تو دریغ نہ کرنا۔۔۔“

اُس کا حکم سن کر ایک آدمی دوبارہ چوہان کی آنکھوں پر پٹی باندھنے لگا۔

Waqar Ahmed
Pakistanipoint.com

”میلٹڈ“ کا شاندار آفس رائل بلڈنگ کی چھٹی منزل
خصوصورت پر واقع تین کمروں پر مشتمل تھا۔ یہ کمپنی ایک ماہ
 پہلے معرمن وجود میں آئی تھی۔ بلڈنگ کے باہر دیوار پر بارہ فٹ لمبے اور چھ
 فٹ چوڑے بورڈ پر آمد و رسم الخط میں ادارہ کے نام کے اوپر موٹے الفاظ
 میں لکھا تھا۔

”ہم بگڑے کام بناتے ہیں — ہر مسئلے کا حل ہمارے پاس
 موجود ہے —“

عمران نے اس سٹرک سے گزرتے ہوئے کئی بار وہ بورڈ دیکھا تھا۔
 اور آج پہلی بار اُس ادارے کی جھان بین کرنے آیا تھا۔ وہ ٹیکسی میں دہاں
 پہنچا تھا۔ چہرے پر سیاہ داڑھی اور مونچھیں تھیں۔ نظر کے چشمے کے نیچے
 گال پر دائیں جانب سیاہ مسہ اور منہ میں جبرٹوں کے ساتھ رکھے ہوئے
 پیڈ نے اُس کی شکل بالکل ہی تبدیل کر ڈالی تھی۔ اُس کا لباس پرانے ڈیزائن
 کے کوٹ پتلون اور جیکٹ پر مشتمل تھا۔

عمارت کے برآمدے میں لفٹ موجود تھی۔ وہ لفٹ میں سوار ہوا

اور چھٹی منزل کا بٹن دبا دیا۔ لفٹ اوپر کی جانب حرکت کرنے لگی۔ چند لمحوں بعد لفٹ چھٹی منزل پر رُک گئی اور دروازہ کھل گیا۔ عمران باہر نکلا تو اُسے کیپٹن باہر دائیں جانب نہنوں کے پاس ٹہلتا نظر آیا۔ کیپٹن نے بھی اُسے غور سے دیکھا تھا مگر پہچاننے سے قاصر رہا تھا۔ راہداری کی دونوں جانب کمرے بنے ہوئے تھے۔ جن میں متعدد تجارتی کمپنیوں کے دفاتر تھے۔ خوبصورت لمیٹڈ کا دفتر دائیں ہاتھ پر لفٹ سے صرف چند قدم دور تھا۔ دروازے پر ایک تختی آویزاں تھی۔ جس پر ادارے کا نام لکھا تھا اور باہر ایک اسٹول پر نوجوان سا چیر اسی ٹاؤپ شخص بیٹھا سگریٹ پنی رہا تھا۔

عمران آگے بڑھا تو چیر اسی نے اُسے غور سے دیکھا۔ عمران اُس کے قریب پہنچا۔ دروازہ بند تھا۔

”بد صورت کا دفتر یہی ہے۔“ عمران نے احمقانہ ہنس میں پوچھا۔

”بد صورت۔“ نوجوان کا منہ حیرت سے کھلا اور پھر وہ بگڑ کر بولا۔ ”نہیں۔۔۔ یہ خوبصورت لمیٹڈ کا دفتر ہے۔“

”اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔ مجھ سے نام پڑھنے میں غلطی ہو گئی ہو گی؟“

عمران نے جلدی سے سر ہلا کر کہا۔ ”کیا میں اندر جا سکتا ہوں برنورد؟“

”جی ہاں۔۔۔ مگر پہلے مجھے آپ کے لئے اجازت لینا پڑے گی۔“ نوجوان بولا۔

”اچھا۔۔۔ جاؤ لے آؤ۔۔۔ مگر خوبصورت ہوئی چاہیے۔۔۔“
 ”کیا مطلب ہے۔۔۔؟“ پیٹر اسی اسٹول سے اٹھتا ہوا بولا۔

”میرا مطلب ہے۔۔۔ ذرا جلدی سے اجازت لے آؤ۔ میرے
 پیٹ میں شدید درد ہے۔۔۔“ عمران نے پیٹ دباتے ہوئے کہا ”ایسا
 نہ ہو کہ تمہارے آنے سے پہلے ہی۔۔۔۔۔“ اُس نے جملہ ادھورا
 چھوڑ دیا۔

”بڑے میاں۔۔۔ یہاں پیٹ درد کا علاج نہیں ہوتا۔۔۔“
 اُس نے منہ بنا کر کہا ”کسی ڈاکٹر کے پاس جاؤ۔“
 ”لاحول و اللہ۔۔۔ یا رتم انسان ہو یا گھامٹر۔۔۔“ عمران
 نے غصیلے لہجے میں کہا ”جواز اجازت لے آؤ۔۔۔“
 اور وہ شخص دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ دروازے پر اندر
 کی جانب پردہ لٹکا ہوا تھا۔

”جناب۔۔۔ ایک بوڑھا اندر آنا چاہتا ہے۔۔۔“ اندر
 سے پیٹر اسی کی آواز سنائی دی۔

”بھج دو۔۔۔ اُسے چیک کر لیا ہے۔۔۔؟“ ایک آواز
 سنائی دی جو عمران کے لئے اجنبی نہیں تھی۔

”جی ہاں۔۔۔ بے ضرر معلوم ہوتا ہے۔ عمر پچاس برس سے
 زائد معلوم ہوتی ہے۔۔۔“ پیٹر اسی نے جواب دیا۔
 پھر اُس نے پردہ ہٹا کر عمران کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔ عمران

اندر داخل ہوا۔ کمرے کی ڈیکوریشن دیکھ کر وہ اُن لوگوں کے ذوق و
 نفاست کی داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔ ہال نما کمرے میں سامنے دیوار
 کے پاس ایک خوبصورت دو شینر بیٹھی تھی۔ جس کے آگے میز پر
 ٹیلیفون اور انٹرکام موجود تھا۔ بائیں دیوار کے پاس ایک اور
 میز کے پیچھے ہیری بیٹھائیں نظروں سے عمران کو گھور رہا تھا۔ جبکہ دائیں
 جانب ایک اور میز کے گرد تین افراد بیٹھے خاموشی سے اُس کی طرف
 دیکھ رہے تھے۔ عمران کچھ پوچھے بغیر کمرے کی کھینچ کر لڑکی کے سامنے بیٹھ گیا۔
 اوریوں لائپنے لگا جیسے سیڑھیاں چڑھ کر آیا ہو۔

”فرمائے جناب۔۔۔“ لڑکی نے ہونٹوں پر مسکراہٹ
 بکھرتے ہوئے کہا۔

”فرمائیں گے۔۔۔ فرمائیں گے۔۔۔ ذرا دم تو لینے دو۔۔۔“

عمران نے ہاتھ اٹھا کر سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اور پھر جیب سے رومال نکال کر چہرہ اتار لیا۔ چہرہ صاف کرتے
 ہوئے وہ جی جی آنکھوں سے کمرے کا جائزہ لیتا رہا۔ چہرہ دوبارہ ناک
 پر جاتے ہوئے اُس نے نکھار کر گلا صاف کیا۔ خوبصورت سفید فام
 لڑکی بے چینی سے اُس کے بولنے کی منتظر تھی۔ اس کی عمر اٹھارہ
 برس سے زیادہ نہیں تھی اور وہ کسی ایسے گلاب کی مانند نظر آرہی
 تھی جیسے ابھی شاخ سے جڈانہ کیا گیا ہو۔

عمران نے سر گھما کر ہیری کی طرف دیکھا۔ وہ ابھی تک اُسے

گھور رہا تھا۔ چہرے پر اُلجھن چھائی ہوئی تھی۔ البتہ دوسری میز پر بیٹھے تینوں افراد نارمل نظر آ رہے تھے۔ ساتھ والے کمرے کے دروازے پر ایک رہنشی پر وہ لہرا رہا تھا۔ شاید اُس کمرے میں بھی کوئی ہو۔ عمران نے جائزہ مکمل کرنے کے بعد پھر لڑکی کے چہرے پر نگاہیں جمادیں۔

”ہاں — تو میں کیا کہہ رہا تھا —؟“ اُس نے کہا۔

”آپ نے ابھی تک کچھ بھی نہیں کہا —“ لڑکی نے خلافتِ توقع مسکراتے ہوئے کہا ”فرمائیں — کیسے تشریف لائے ہیں —“

”دراصل میرا مسئلہ بہت ٹیڑھا ہے —“ عمران بولا ”پہلے یہ بتاؤ کہ تمہاری کمپنی یا فرم کس قسم کے مسائل حل کرتی ہے۔ تاکہ مجھے اپنا مسئلہ بیان کرنے میں دشواری نہ ہو۔“

”ہر مسئلہ — ہر مشکل چاہے اس کی نوعیت کیسی ہی کیوں نہ ہو۔“ لڑکی نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

”مثلاً اگر کسی کا کتا کھو جائے تو اُسے تلاش کیا جاسکتا ہے۔“

عمران نے پوچھا۔

”بالکل — آپ کتے کا حلیمہ بیان کریں۔۔۔۔۔“ لڑکی نے

قلم اور پیڈ بنھالتے ہوئے کہا۔

”نہیں — میرا کتا گم نہیں ہوا۔ وہ تو میں نے مثال کے طور پر بات کی تھی —“ عمران نے بے ڈھنگے پن سے ہنستے ہوئے کہا ”بھلا کتا بھی کوئی ایسی چیز ہے جس کی تلاش کیلئے

کسی لیٹڈ فزم کی خدمات حاصل کرنے پر وہ پیہ خرچ کیا جائے۔“
 ”پھر۔۔۔“ لڑکی نے چونک کر کہا ”آپ کی کیا چیز
 گم ہوئی ہے۔۔۔“

”میرا۔۔۔ میرا لڑکا گم ہو گیا ہے۔۔۔“ عمران نے یکدم
 بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ لڑکی کی آنکھیں
 حیرت سے پھیل گئیں کہ کیا یہ وہی بوڑھا ہے جو ایک لمحہ پہلے ہنس
 رہا تھا۔ حیرتی اور باقی تینوں افراد بھی حیرت سے اُسے دیکھ
 رہے تھے۔

”آپ پریشان نہ ہوں۔۔۔ اُس کا علیہ بتائیں۔ وہ کب اور
 کیسے گم ہوا۔۔۔؟“ لڑکی نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا مگر عمران
 نے محسوس کیا کہ وہ کنکھیوں سے حیرتی کی جانب دیکھ رہی تھی۔

”اُس کا رنگ گلابی تھا۔ آنکھیں موٹی اور چھوٹی تھیں۔ قد لمبا اور
 درمیانہ تھا۔ چھاتی چالیس انچ اور کمر چھتیس انچ تھی۔ کوٹ پتلون
 پہنے وہ رات کے وقت میرا یو الور لیکر سیر کرنے زرعی ریسرچ
 اسٹیشن کی طرف گیا تھا اور اُس وقت رات کے بارہ بجے تھے۔“
 عمران نے خاموش ہو کر کنکھیوں سے حیرتی کی طرف دیکھا جو بے اختیار
 چونک پڑا تھا۔

”پھر۔۔۔“ لڑکی نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

”پھر — ناہے وہاں اُس نے چند آدمیوں کو ریوالور سے ہلاک کیا تھا۔ واپس آکر اُس نے مجھے بتایا تو میں نے اُس کے سر میں دو جوتے مارے۔ اس سے وہ ناراض ہو کر گھر سے نکل گیا اور دوبارہ لوٹ کر نہیں آیا — بخانے میں میرا تختہ لگ کر کہاں ہو گا۔“ عمران نے ٹھنڈی آہ بھری۔

جیری اُٹھ کر تیزی سے اس کے قریب آیا۔ عمران چونکا ہو گیا۔
جیری نے اس کے قریب رُک کر کہا۔
”بڑے میاں — آپ کا مسئلہ بہت ہی ٹیڑھا ہے۔“

اُسیے میجر صاحب سے مل لیں —
عمران خاموشی سے اُٹھا اور اُس کے ساتھ دوسرے کمرے کی طرف بڑھا جس کے دروازے پر پردہ لہرا رہا تھا۔

ایکسٹوکی کال ملتے ہی ایک بار پھر فلیٹ سے نکل
صفدر پڑا تھا۔ کچھ دیر پہلے وہ ریسرچ اسٹیشن کے قریب
 سے گرفتار کئے گئے ایک آدمی کو دانش منزل پہنچا کہ لوٹا تھا اور
 اب سونے کی تیاری کر رہا تھا کہ ایکسٹونے اُسے جیکب لائن کی
 ایک عمارت کی نگرانی کرنے کی ہدایت کی تھی۔

دس منٹ بعد وہ مطلوبہ عمارت کے قریب جا پہنچا۔ ایک
 جانب کار روک کہ وہ اُترا اور پیدل ہی چلتا ہوا اُس عمارت
 کے سامنے جا پہنچا۔ گیٹ بند تھا۔ گیٹ کے سامنے چند سایہ دار
 درخت تھے۔ صفدر کے لئے وہ بہترین آڑ تھے۔ چنانچہ وہ ایک
 درخت کے تنے کی اوٹ میں رُک کر اُس نے کوٹھی کے گیٹ
 پر نگاہیں جمادیں۔

چند منٹ ہی گزرے تھے کہ گیٹ کھل گیا۔ گیٹ سے ایک
 سیاہ کار نکلی اور سڑک پر آکر اُہستہ روی سے ایک جانب چل دی
 گیٹ دوبارہ بند ہو گیا تھا۔ صفدر اندھیرے کے باعث کار میں بیٹھے

افراد کی تعداد کا اندازہ نہ لگا سکا۔ بہر حال اس کار کا تقابض صرف ہی تھا۔ وہ جلدی سے اپنی کار کے پاس پہنچا اور اس میں بیٹھ کر سیاہ کار کا تقابض کرنے لگا۔ اگلا چوک کر اس کرنے کے بعد سیاہ کار رُک گئی اور اُس میں سے ایک آدمی اُتر کر گلی میں گھستا چلا گیا۔

صفدر نے بھی کار روکی اور اُتر آیا۔ وہ گلی کی نکتہ پر پہنچا ہی تھا کہ گلی میں چھپے ہوئے اس شخص نے یکدم دیوار کی اوٹ سے نکل کر صفدر پر حملہ کر دیا۔ صفدر ہوشیار تھا۔ حملہ آور کا گھونسہ اُس نے بازو پر دکا اور جواباً اُس کے جیڑے پر گھونسہ سید کر دیا۔ وہ آدمی لڑکھڑا کر دیوار کے ساتھ جا ٹکرایا اور صفدر نے اُس پر چھلانگ لگادی۔

لیکن مد مقابل پھر تیلانکا۔ وہ یکدم واپس جان بھاگ گیا اور صفدر دیوار کے ساتھ جا ٹکرایا۔ اگر صفدر غیر اختیاری طور پر اپنے دونوں ہاتھ دیوار سے نہ ٹکا دیتا تو اس کے چہرے کا بھرتہ بن جاتا۔ حملہ آور نے فوہ اُہی اس کی کمر میں دو ہتھکڑیاں سید کیا۔ صفدر نے تیزی سے پلٹے ہوئے اس کے پیٹ میں لات جمائی اور وہ شخص کراہتا ہوا پشت کے بل فرش پر گر پڑا۔ صفدر نے ایک بھر پور ٹھوکر اس کے چہرے پر سید کر دی اور پھر مشینی انداز میں اس پر ٹھوکریں برسائے لگا۔ ایک ٹھوکر اس کی کنپٹی پر پڑی اور وہ بے حس و حرکت ہو گیا۔ صفدر کو خطرہ تھا کہ گلی کے مکین ادھر متوجہ نہ ہو جائیں۔ اُس نے جلدی سے بہوش آدمی کو اٹھا کر کندھے پر لا دیا اور گلی سے نکل کر اپنی کار کی طرف چل دیا۔

اُس نے بے ہوش شخص کا جسم کار کی پھلی سیٹ پر ڈالا اور خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر چل پڑا۔ ساتھ ہی اُس نے وائچ ٹرانسمیٹر پر ایکسٹرنسے رابطہ قائم کیا۔

”یسی صفدر — ایکسٹوائڈنگ — کیا رپورٹ ہے —؟“
ایکسٹونے پوچھا۔

جواب میں صفدر نے بے ہوش آدمی کے بارے میں بتایا۔
”ٹھیک ہے — تم اسے دانش منزل پہنچا دو اور دوبارہ اس عمارت کی نگہانی کرو۔ وہاں جو کیا قید تھی مگر اُس نے ابھی تک وہاں سے اپنے فرار کی اطلاع نہیں دی۔ اُس کی مدد کرو — یہاں سے جوزف کو ساتھ لے جانا۔“

”بہت بہتر سر —“ صفدر نے کہا۔

ایکسٹو کی آواز بند ہوتی تو اُس نے بھی وائچ ٹرانسمیٹر آف کیا اور دانش منزل کی جانب کار دوڑانے لگا۔ مگر وہ اس حقیقت سے بے خبر تھا کہ بے ہوش شخص والی سیاہ کار اب اُس کا تقاب کر رہی تھی اور اُس کی ہیڈ لائٹس بھی بجھی ہوئی تھیں۔ اُس کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک سفید فام بیٹھا تھا اور وہ بھی ہاتھ میں ایک لائٹر ٹرانسمیٹر کیڑے کسی سے بات کر رہا تھا۔

صفدر نے دانش منزل کے گیٹ پر کار روکی یہی تھی کہ گیٹ کھل گیا اور وہ کار کھاندر لے آیا۔ گیٹ پر جوزف موجود تھا۔ وہ گیٹ بند

کمر کے کار کے پاس آ گیا۔ صفدر نے کہاؤنڈ میں کھڑی عمران کی ٹرسٹیر کے پیچھے کار روکی تھی۔

”کیا عمران صاحب یہیں ہیں؟“ اُس نے جوزف سے پوچھا۔
 ”جی ہاں۔“ جوزف نے کار کا پچھلا دروازہ کھول کر بے ہوش

شخص کو باہر نکالتے ہوئے کہا۔

وہ مزید کوئی بات کئے بغیر بے ہوش شخص کو اٹھا کر عمارت کے اندر چلا گیا۔ صفدر اُس کا انتظار کرنے لگا۔

چند لمحوں بعد جوزف ٹوٹا اور خاموشی سے گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ صفدر نے کار بیک کی اور جوزف نے گیٹ کھول دیا۔ کار باہر نکال کر اُس نے روکی۔ جوزف گیٹ بند کر کے پچھلی نشست پر بیٹھا اور صفدر نے کار آگے بڑھا دی۔ سیاہ کار اس کی مخالف سمت میں سڑک کے کنارے درختوں کے سائے میں کھڑی تھی۔

صفدر نے راستے میں جوزف سے عمران کے بارے میں سوال کیا۔
 ”عمران صاحب کب آئے تھے؟“

”دو تین گھنٹے پہلے۔ اب وہ سو رہے تھے۔“ جوزف نے

مزید سوالات سے بچنے کے لئے کہا۔

صفدر نے دوبارہ بات نہ کی۔ پندرہ منٹ میں وہ جیکب ٹاؤن پہنچ گئے۔ صفدر نے کار متعلقہ کوٹھی سے چند قدم پیچھے روکی اور اتر آیا۔ جوزف نے اس کی تقلید کی۔ صفدر اُسے ساتھ لے کر ٹھیوں کی

عقیقی گلی کی طرف بڑھنے لگا۔ عقیقی گلی بمشکل تین فٹ چوڑی تھی اور اس میں کوڑے کمر کٹ کے چھوٹے بڑے ڈھیر پڑے تھے۔ گلی میں مکمل اندھیرا نہیں تھا۔ بعض عمارتوں کے رواسنڈالوں سے پھٹنے والی روشنی نے وہاں نیم اُجالا کمر کھا تھا۔

مطلوبہ عمارت کی پشت پر پہنچکر وہ رُک گئے۔ دیوار کے ساتھ ساتھ چھت تک چند سیورج پائپ موجود تھے۔ صفدر نے جوزف کو اشارہ کیا اور دونوں ایک ایک پائپ پکڑ کر اوپر کی جانب چڑھتے چلے گئے۔ جلد ہی وہ چھت پر پہنچ گئے۔ صفدر نے چھت کی دوسری جانب سے پکا ونڈ میں جھانکا۔ پکا ونڈ میں روشنی ہو رہی تھی مگر کوئی ذی رُوح نظر نہیں آ رہا تھا۔ نیچے جانے کیلئے زینے چھت کے بائیں جانب تھے۔ صفدر نے جیب سے دیوالوز نکالا اور جوزف کو ساتھ لیکر کوئی آواز پیدائے بغیر زینوں کی طرف رہینگنے لگے۔

زینوں کے پاس پہنچکر وہ کھڑے ہو گئے اور صفدر جوزف کو وہیں رُکنے کا اشارہ کرتا ہوا زینے اُترنے لگا۔ جوزف نے ہولسر سے پسٹول نکالا اور چوکنے انداز میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ تقریباً دو منٹ بعد ہی نیچے سے کسی کے دوڑنے کی آوازیں سنائی دیں اور جوزف جلدی سے اُڑ میں ہو گیا۔ کوئی دوڑتا ہوا زینے چڑھ رہا تھا۔ ایک دو لمحوں بعد زینوں پر صفدر نمودار ہوا اور

ہوزف کی طرف دیکھتے ہوئے چنیا۔

”ہوزف — ہری اپ — عمارت تباہ ہو نیوالی ہے۔
اُتر و —“

اور ہوزف بوکھلا کر بائپ کی جانب دوڑتا چلا گیا جس کے
ذریعے وہ چھت پر پہنچا تھا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.Com

کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اُسے اُس کمرے
 چوہان سے باہر لایا گیا۔ اور پھر تقریباً تیس بیٹیس قدم
 چلنے کے بعد اُسے روک کر اس کی آنکھوں سے پٹی اتار دی گئی۔
 اب وہ ایک اور کمرے میں تھا جو مکمل طور پر پتھروں سے بنا ہوا
 تھا۔ شاید وہ کسی غار کا ہی حصہ تھا۔ آہنی دروازے میں سلاخیں لگی
 ہوئی تھیں۔ فرش پر ایک چٹائی بچھی ہوتی تھی۔ قریب فرش پر ایک
 بیلا مشین پڑی تھی۔ پتھر ملی دیواروں سے گڑے ہوئے اس کمرے
 میں چھت کے قریب ایک بلب روشن تھا جبکہ دائیں جانب دیوار
 پر ایک سوئچ بورڈ نظر آ رہا تھا۔

چوہان کے ساتھ آنے والے وہی تینوں تھے جو اُسے گرفتار
 کر لائے تھے۔ اُن میں سے ایک نے بیلا مشین سے منسلک تار کا
 شو بھلی کے پلگ میں لگایا اور سوئچ آن کر دیا۔ مشین چل پڑی۔ زخمی چہرے
 والے نے چوہان کو گھورتے ہوئے کہا۔

”تم نے باسن کا حکم سن لیا تھا۔ بہتر یہی ہے کہ جو کچھ پوچھا جائے

صاف صاف بتا دو۔۔۔ ورنہ اس مشین کو دیکھ ہی رہے ہو۔ ہم پہلے اس میں تمہارا ایک لمٹھ دیں گے پھر دوسرا لمٹھ۔ اس کے بعد تمہارے پاؤں کا نمبر آئے گا اور تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ مشین تمہارے لمٹھ پاؤں کا کیا حشر کرے گی۔“

بلیا مشین میں لڑتے پاؤں بیلے جانے کا تصور کر کے ایک لمحہ کے لئے تو چوہاں کا رواں دواں کانپ اٹھا مگر دوسرے ہی لمحے اُس نے جیڑے پھینچ کر سر جھٹکا اور زخمی چہرے والے کو گھورتا ہوا بولا۔ ”جو میں بتا چکا ہوں وہ بالکل درست ہے۔ اگر تم یقین نہیں کرتے تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔“

”مگر میں تمہیں مجبور کر دوں گا۔“ وہ دانت پیٹتا ہوا
 سہرایا ”اور جب تمہارا ایک ہاتھ اس مشین میں داخل کر دیا گیا تو
 تمہارے فرشتے بھی بول پڑیں گے۔“
 پھر اُس نے اپنے ایک ساتھی سے کہا۔

”ہنری۔۔۔ اس کے ہاتھ کھول دو۔ اور اس کا ایک ہاتھ مشین میں داخل کر دو۔۔۔ دیکھتا ہوں یہ کیسے زبان نہیں کھولتا۔۔۔“

یہ کہہ اُس نے کندھے سے اسٹین گن اُتاری اور چوہان پر
تان لی۔ ہنسری نے اس کے ہاتھ کھول دیئے۔ پھر اُس کے دوسرے
ساتھی نے اُس کی مدد کی اور وہ چوہان کو بازوؤں سے پکڑ کر

مشین کے قریب لے آئے۔ چوہان کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔ جوہنی وہ مشین کے پاس پہنچے، چوہان نے ایک جھٹکے سے ہنری کے ہاتھوں سے بازو چھڑایا اور ہنری لڑکھڑاکر منہ کے بل مشین پر جاگرا۔ چوہان نے دوسرے کے منہ پر گھونسنہ رسید کیا اور وہ لڑکھڑاتا ہوا گن بر دار سے جا ٹکرایا۔ اسی لمحے ہنری کی کمرہ ناک تینوں سے کمرہ گونجنے لگا۔

اُن تینوں نے مڑ کر دیکھا اور اپنی جگہوں پر ساکت ہو کر رہ گئے۔ ہنری کا ایک ہاتھ مشین میں پھنسا ہوا تھا اور گنے کی مانند بیلا جا رہا تھا۔ خون نیچے پڑے ٹین میں جمع ہو رہا تھا۔ ہنری مسلسل چیخ رہا تھا۔

چوہان نے ان دونوں کو ہنری کی طرف متوجہ پایا تو جلدی سے ان پر پھلانگ لگا دی۔ گن بر دار کے ہاتھ سے گن چھوٹ گئی اور وہ چوہان سے لپٹ گیا۔ دوسرے نے دوڑ کر سوئچ بورڈ پر لگا مشین کا شور نکال دیا۔ مشین بند ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی ہنری کی چیخیں دم توڑتی چلی گئیں۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا مگر اتنی دیر میں اُس کا آدھا بازو مشین نے گنے کی مانند بیل کر رکھ دیا تھا جو دوسری جانب سے گوشت کے ٹوٹھڑے کی مانند ٹٹکا ہوا تھا۔

چوہان نے زخمی پھرے والے کے منہ پر ٹکڑا رسید کر دی۔ وہ چیخا اور اپنی ناک پر کمرہ بلبلا تا ہوا دیوار سے جا لگا۔ اسی لمحے

دوسرے سفید فام نے پیچھے سے چوہان کو دبوچ لیا۔ چوہان نے فوراً دونوں کہنیاں اُس کے پیٹ میں رسید کر دیں وہ کراتا ہوا چوہان کو چھوڑ کر پیچھے ہٹا ہی تھا کہ چوہان نے مڑ کر اُس کے سینے پر فلائنگ لگ کر رسید کر دی۔ وہ اچھل کر پشت کے بل دیوار سے جا ٹکرایا اور اُس کی چیخ نکل گئی۔ اُس کا سر پتھر ملی دیوار سے ٹکرا کر زخمی ہو گیا تھا۔ مگر اُس نے سمیت کی اور چوہان پر جھلانگ لگا دی دونوں فرش پر گھرے اور چوہان کمر وٹ بدل کر اُس کے سینے پر سوار ہو گیا۔

پھر اُس نے نیچے پڑے شخص کی ناک پر ٹکرا کر رسید کرنے کے لئے ہاتھ بلند کیا ہی تھا کہ ایک فائر ہوا اور چوہان کی کلائی میں سوراخ ہو گیا۔ اُس نے چیخ کر کلائی پکڑ لی۔ نیچے دبے ہوئے شخص نے اُسے اپنے اوپر سے دھکیل کر فرش پر گرا دیا اور کھڑا ہو گیا۔ چوہان نے دروازے کی جانب دیکھا۔ وہاں ایک اور سفید فام ریوالور لئے اُسے خوشخوار لگا ہوں سے گھور رہا تھا۔ ریوالور والا اندر آ گیا اور ہنری کا جائزہ لینے لگا۔ ہنری بے ہوش تھا۔ اُس آدمی نے جیب سے چاقو نکالا اور ہنری کا وہاں سے بازو کاٹ ڈالا جہاں تک وہ مشین میں پھنسا ہوا تھا۔ پوری کلائی کچلی گئی تھی۔ اُس نے بے ہوش ہنری کا جسم کندھے پر لادا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

چوہان نے فوراً اسٹین گن اٹھائی اور اُن دونوں سپر فائر کر دیا دوسرے ہی لمحے وہ ٹھنڈے ہو چکے تھے۔ چوہان نے مڑ کر دروازے کا رخ کیا۔ باہر جھانکا تو دو آدمی پتھر پٹی راہداری میں دوڑے چلے آ رہے تھے۔ اُن کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔

چوہان نے ایک لمحہ توقف کیا۔ پیچھے ہٹ گیا۔ پھر بوہنی وہ قریب پہنچے اُس نے باہر نکل کر اُن پر جہنم کا دھماکہ کھول دیا۔ وہ دونوں جیتے تڑپتے ہوئے راہداری میں گر گئے۔ چوہان تیزی سے اُس جانب بڑھنے لگا جلدھر سے وہ آئے تھے۔ پتھر پٹی دیواروں سے وہ گری راہداری آگے جا کر بائیں جانب مڑ رہی تھی مگر موڑ پر پہنچنے سے پہلے ہی دو اسٹین گن بردار نمودار ہوئے اور انہوں نے چوہان پر فائر کھول دیا۔ اس نے فوراً ہی خود کو منہ کے بل فرش پر گرایا اور بیسیوں گولیاں اُس کے اوپر سے گزرتی چلی گئیں۔ پھر اس سے قبل کہ وہ دوسرا فائر کرتے۔ چوہان نے اسٹین گن کا بولٹ کھینچ ڈالا۔

تڑپتی گولیاں اُن کی جانب پکپکیں اور وہ خود کو بچانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے فرش پر گر پڑے۔ چوہان نے انہیں تڑپتا چھوڑا اور اٹھ کر آگے بڑھنے لگا۔ موڑ کی دوسری جانب آئے سامنے دو دروازے تھے۔ دونوں ہی بند تھے۔ جبکہ اُن سے آگے مزید کمروں کے دروازے نظر آ رہے تھے۔ چوہان دبے پاؤں آگے بڑھنے لگا۔ اُس کا رخ راہداری کے آخری سرے پر بنے دروازے کی جانب تھا۔

لیکن اچانک ہی اُس کے ہاتھ سے گن نکل گئی۔
 اُس نے بوکھلا کر چھت کی جانب دیکھا۔ چھت میں ایک چوکور دھاتی
 پلیٹ سے اُس کی گن پچی ہوئی تھی۔ یقیناً وہ پلیٹ زبردست مقناطیسی
 قوت کی حامل تھی۔ چھت کم از کم گیارہ فٹ بلند تھی اور چوہان کا ہاتھ
 کسی طرح بھی گن تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اسی لمحے ساڈ کا ایک دروازہ
 کھلا اور ایک سفید فام ہاتھ میں اسٹین گن لئے باہر نکل آیا۔ چوہان نے
 اُس کی جانب دیکھا۔ وہ باس تھا۔ اُس کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں اور
 پہرہ کسی زخمی درندے کی مانند دکھائی دے رہا تھا۔

Waqar Feroz
 Pakistanipoint.com

پر پہنچ کر عمران رُک گیا۔ پیچھے آنے والے
دروازے جیری نے کہا ”رُک کیوں گئے جناب۔“
 ”مجھے اندر جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔“ عمران نے خوفزدہ

ہجے میں کہا ”اندر کوئی کتا تو نہیں ہے۔“
 اُس کی بات پر لڑکی سمیت تینوں افراد ہنس پڑے۔ جیری مسکراتا
 ہوا بولا۔

”بے فکر ہو کر اندر چلیں۔ اندر صرف مینجر صاحب ہیں۔“
 عمران نے پردہ ہٹا کر دوسرے کمرے میں قدم رکھا۔ سامنے ایک
 آرام دہ کرسی پر ایک سفید فام بیٹھا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں بے پناہ
 چمک تھی۔ عمران کو دیکھ کر وہ مسکرایا اور اُردو میں بولا۔

”آئیے جناب۔ تشریف رکھیے۔“

عمران تیزی سے اُدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ جیری اُس کے
 عقب میں خاموش کھڑا تھا۔

”کیا تلاش کر رہے ہو جناب۔“ مینجر نے سوال کیا۔

”جگہ تلاش کمرہ ملا ہوں جہاں تشریف رکھ سکوں۔“
 عمران نے احمقانہ ہلچے میں کہا۔

”اوہ۔۔۔“ میجر ہنس پڑا ”ادھر کمرہ سی پر بیٹھیں۔۔۔“
 ہیری ان کے لئے کوک لاؤ۔۔۔“

”اوہ۔۔۔ تکلف مت کہیں۔۔۔ میں شرمندہ نہیں ہونا
 چاہتا۔۔۔“ عمران نے اس کے سامنے کمرہ پر بیٹھے ہوئے کہا۔
 ”اچھا۔۔۔ تو آپ کے لڑکے نے زرعی ڈیسرینج اسٹیشن پر رات
 چند افراد کو ہلاک کیا تھا۔۔۔“ میجر بولا۔

”کیا مطلب۔۔۔؟“ عمران نے حیرت سے اُچھلنے کی اداکاری
 کی۔ پھر جلدی سے سنبھلتا ہوا بولا ”معاف کیجئے گا اگر آپ کا تعلق
 پولیس سے ہے تو میں اپنے لڑکے کا بڑا ہر گز نہیں بتاؤں گا۔“
 میجر نے عجیب سی نظروں سے اُسے گھورا ”مگر میں نے سنا ہے
 کہ آپ لڑکے کو تلاش کرنا چاہتے ہیں۔۔۔؟“

”نہیں۔۔۔ میں جانتا ہوں کہ وہ کہاں ہے۔۔۔ میں تو صرف
 اتنا چاہتا ہوں کہ آپ اُسے راہِ راست پر لائیں اور اُس سے
 میرا بیوا اور واپس دلائیں۔۔۔“

”ہوں۔۔۔“ دفعتاً میجر نے جیڑے بھینچ لئے۔ پھر یکدم
 غزایا ”ہیری۔۔۔“

”یس سر۔۔۔“ ہیری نے جلدی سے مودبانہ ہلچے میں کہا۔

”اس بوڑھے کی داڑھی مونچھیں اور چشمہ اتار لو۔۔۔ یہ میک اپ میں ہے۔۔۔“ اس نے حکم دیا۔

بحیری نے چونک کر عمران کی طرف دیکھا اور جلدی سے ریوالونکال کر اس پر تان لیا۔ عمران نے آنکھیں ٹپٹپٹیں اور غصیلے انداز میں مینجر کی طرف دیکھتا ہوا غرایا۔

”میں سمجھا نہیں مٹھر مینجر! کیا یہی میرے مسئلے کا حل ہے؟“
 ”کو اس بند کر دو۔۔۔“ مینجر میز پر پڑی بیل کا بٹن دباتا ہوا بولا۔
 ”ابھی تمہارا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔۔۔“

ایک لمحہ بعد پہلے کمرے سے تینوں افراد اندر آ گئے۔
 ”اسے کو در کر لو۔۔۔“ فرار ہونے کی کوشش کرے تو گولی مار دینا۔۔۔“ مینجر نے انہیں حکم دیا۔

اور انہوں نے بھی جیبوں سے سائٹلنر لگے ریوالور نکال کر عمران پر تان لئے۔

”ہاں۔۔۔ اب بتاؤ تم کون ہو اور یہاں کیا کرنے آئے تھے۔۔۔“
 مینجر نے عمران سے پوچھا۔

”اپنا مسئلہ حل کروانے آیا تھا۔۔۔“ مینجر نے غصیلے لہجے میں کہا ”میرا نام قائم دین شیشے والا ہے۔ اب تم مزید سوال نہ کرنا۔ اور انہیں کہو ریوالور جیبوں میں ڈال لیں۔۔۔“

”بحیری۔۔۔ اس کا میک اپ صاف کر دو۔۔۔“ مینجر نے

بیری سے دوبارہ کہا۔

بیری اُگے بڑھا اور اُس نے عمران کے چہرے سے داڑھی مونچھیں اور چشمہ اتار دیا۔ عمران کی اصل شکل عیاں ہوتے ہی بیری کے ساتھ ساتھ مینجر بھی حیرت سے اُچھل پڑا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے مینر کی دراز کھول کر ریو الوور نکال لیا۔

”ہوں — تو تم جاسوسی کرنے آئے تھے —“ مینجر نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

”شرم کہہ دیار — ایک بوڑھے پر جاسوسی کا الزام لگاتے تمہیں شرم نہیں آتی —“ عمران نے احمقانہ لہجے میں کہا۔
 ”تم بچ کر ہنیں جا سکتے —“ مینجر سزا یا ”رات تم نے میرے تین آدمی ہلاک کر ڈالے اور دو تمہاری یاسیکرٹ سروس کی قید میں ہیں۔ میں تم سے اُن کا بھیانک انتقام لوں گا۔“

”تمہیں غلط فہمی ہوتی ہے پیارے —“ عمران نے بوکھلا کر کہا۔
 ”میں تو بہت شریف آدمی ہوں میرا سیکرٹ سروس یا قتل و غارت سے کیا کام۔ ویسے تمہارے آدمی زرعی تحقیقاتی انسٹیشن کیا کرنے گئے تھے —؟“

”جھک مارنے گئے تھے —“ مینجر نے غصیلے لہجے میں کہا۔
 ”بہت اچھا کام ہے — غالباً تم نے بھی جھک مارنے کیلئے نو بصورت لمیٹڈ بنایا ہے —“ عمران نے سر ہلا کر احمقانہ انداز میں کہا۔

”ویسے نام بہت ذور دار ہے اس ادارے کا۔ کیا تم یہ کام مجھے اُدھار دے سکتے ہو۔“

”نہیں تو اب موت ہی ملے گی مسخے۔“ وہ جبرے پھینچ کر بولا۔ پھر جیری سے کہنے لگا۔

”اسے باندھ کر وہیں پہنچا دو جہاں اس کا ایک ساتھی قید ہے۔“ اور عمران کو بے اختیار چوہان یاد آ گیا جس نے ابھی تک رپورٹ نہیں دی تھی۔ نہ ہی دانش ٹرانسمیٹر پر اُس سے رابطہ قائم ہو سکا تھا۔ عمران نے اُسے اپنے فلیٹ کی نگہانی پر مامور کیا تھا اور آخری رپورٹ کے مطابق وہ ایک ایسے آدمی کا تعاقب کر رہا تھا جو اُس کے فلیٹ میں چنڈ منٹ کے لئے گیا تھا۔ آج صبح سلیمان نے بھی اُس آدمی کی آمد کا قصبہ بیان کیا تھا۔ اور سلیمان کے بتائے ہوئے حلے کے مطابق وہ آدمی مینجر ہی تھا۔ رات تم میرے فلیٹ پر کیا کرنے گئے تھے۔“ عمران نے جیری کو اپنی جانب بڑھتے دیکھ کر مینجر سے پوچھا۔

”کیا تو تمہاری موت بن کر تھا مگر تمہاری قسمت اچھی تھی کہ تم فلیٹ پر موجود نہیں تھے۔“ مینجر بولا۔

”اچھا۔ اب سیدھے ہاتھ سے وہ پانچ سو روپے نکال دو جو تم نے سلیمان کو دینے کا وعدہ کیا تھا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اُس کے انداز سے ظاہر تھا کہ وہ بالکل خوفزدہ نہیں تھا۔ جیری نے

باقی تینوں میں سے ایک سے کہا۔

”ہاشو — رسی لاؤ — میری میز کی دراز میں ہوگی —“

ہاشو دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ جلد ہی وہ رسی لے آیا۔ جیری نے ریوالور جیب میں ڈالا اور رسی لیکر عمران کی پشت پر آگیا۔ مگر جوہنی وہ عمران کے ہاتھ باندھنے کے لئے جھکا۔ عمران نے ایک جھٹکے سے کمرے کی بجھے کی جانب گرا دی۔ جیری کمرے کے نیچے دب کر کمرہ اپنے لگا۔ میجر نے جلدی سے فائر کر ڈالا۔ مگر گولی عمران کے اوپر سے گزرتی ہوئی ہاشو کے ایک ساتھی کے سینے میں جا لگی اور وہ چیخ کر گر پڑا۔ عمران نے میجر کو دوسرے فائر کی مہلت دینے بغیر اس پر پھلانگ لگا دی۔ وہ کمرے سمیت پیچھے کواٹ لٹ گیا۔ عمران نے جلدی سے سنبھل کر ریوالور نکالا اور اس کی کنٹی سے لگا دیا۔

”ریوالور پھینک دو —“ عمران نے ہاشو وغیرہ کو لٹکارا۔ ورنہ تمہارے میجر کی کھوپڑی میں سوراخ ہو جائے گا۔“

میجر بے حس و حرکت پڑا تھا۔ ہاشو اور اس کے ساتھی نے ریوالور پھینک دیئے۔ جیری بھی کمرہ ہوا کھڑا ہو گیا تھا۔ مگر اس کی خوشخوار نگاہیں عمران پر جمی ہوتی تھیں۔

”اب تم بھی کھڑے ہو جاؤ پیارے —“ عمران نے میجر سے

کہا ”بھاگنے کی کوشش فضول ہے۔ نیچے پولیس پہنچ چکی ہے۔“

وہ آہستہ آہستہ کھڑا ہو گیا۔ پولیس کے نام پر وہ سب ہی چونکے تھے۔

اسی لمحے دوسرے دروازے میں وہی خوبصورت لڑکی نمودار ہوئی جس سے عمران دوسرے کمرے میں مل چکا تھا۔ ایک لمحہ کے لئے اُس کی توجہ حیرت زدہ لڑکی کی طرف مبذول ہوئی اور اسی لمحے مینجر نے پوری قوت سے دونوں کہنیاں عمران کے پیٹ میں رسید کر دیں۔

عمران لڑکھڑایا اور اُس کے ریوالور کی نال مینجر کی کینیٹی سے ہٹ گئی۔ مینجر نے فوراً پلٹ کر اس کے ریوالور پر ہاتھ رسید کیا اور ریوالور عمران کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ مگر اُس نے فوراً ہی مینجر کے پیٹ میں گھٹنا رسید کر دیا۔ وہ بلبلایا اور پیٹ پکڑ کر دوسرا ہو گیا۔ نیچے سے عمران نے اُس کی ٹھوڑی پر ضرب لگائی۔ وہ چیخ کر سیدھا ہوا اور عمران نے اُس کے منہ پر گھونسہ رسید کر دیا۔

وہ کراہتا ہوا میز سے ٹکرایا اور گر پڑا۔ ٹھیک اسی لمحے حیرت نے عمران کو غافل پاکر ریوالور سے اُس پر فائر کر دیا۔ گولی عمران کے بازو کو پھاٹتی نکل گئی۔ اور اُس نے کراہتے ہوئے اپنے بازو کو تھام لیا۔ ہاتھ اور اس کا ساتھی بھی اپنا اپنا ریوالور اٹھا چکے تھے۔ لڑکی اپنی جگہ ابھی بت بنی کھڑی تھی۔

”بس — اب حرکت نہ کرنا ورنہ اس بار کھوپڑی میں سوراخ کر دوں گا —“ حیرت دھاڑا۔

مینجر فرش سے اٹھ کر عمران کو خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔ دفعتاً اُس نے عمران کا نہ جانی بازو پکڑا ایک جھٹکے سے مردٹنے لگا۔ عمران کے منہ سے بے اختیار چیخیں نکلنے لگیں۔ دوسرے ہی لمحے اُس نے مینجر کی ناک پر

مکار رسید کر دیا۔ مینجر کے ہاتھ سے اس کا بازو جھوٹ گیا اور وہ اپنی ناک پکڑ کر بلبانے لگا۔ اُس کی ناک سے خون جاری ہو گیا تھا۔ جیری کے اشارے پر بلشواور اس کا ساتھی آگے بڑھے اور انہوں نے عمران کو دبوچ لیا۔ مینجر نے رومال نکال کر اپنی ناک سے بہنے والا خون صاف کیا اور خوشنودا لہجے میں بولا۔

”جیری — فی الحال اسے بے ہوش کر دو —“

پھر وہ لڑکی سے غصیلے لہجے میں بولا ”تم یہاں کیا کر رہی ہو۔

جاؤ ضروری سامان سمیٹو۔ ہم فوری طور پر یہ دفتر چھوڑ رہے ہیں —“

”نئے دفتر کا پتہ مجھے بتا دو —“ عمران نے احمقانہ لہجے میں کہا۔

”غالباً اس کا نام اب بد صورت لیٹڈ ہوگا —“

مینجر نے خوشنودا نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھا اور اسی لمحے جیری

نے اُس کے سر پر ریوالور کا کستہ آزمایا۔ عمران لڑکھڑایا اور گر کر بیہوش ہوتا چلا گیا۔

کو آخری بات جو یاد رہ گئی تھی وہ اتنی ہی تھی کہ جس
جولیا کمرے میں دیواروں پر کلونہ سرکٹ ٹی وی اسکرین لگے
 ہوئے تھے وہاں اُسے سر پر ریوالور کا دستہ مار کر بے ہوش کر دیا تھا اور
 اب اُسے تقریباً پچیس گھنٹوں بعد ہوش آیا تھا۔ اس کمرے میں وہ ایک
 کمرسی پر بندھی ہوئی تھی اور اُس کے سامنے بلڈ اگ شکل والا سفید نم
 کھڑا اُسے گھور رہا تھا۔ جبکہ دائیں جانب ایک اور سفید فام ہاتھ میں اسٹین
 گن لئے کھڑا تھا۔ جولیا کمرے کی بناوٹ دیکھ کر چونکے بغیر نہ رہ سکی، وہ کمرہ
 پتھروں کو چُن کر بنایا گیا تھا اور دروازہ لوہے کی چادر کا تھا۔
 دفعتاً دروازہ کھلا اور ایک آدمی چھوٹا سا پیجرہ لئے اندر آیا۔ اُس
 پیجرے میں چار پائنج موٹے تازے پیھاڑی چوہے تھے۔ اُس آدمی نے
 پیجرہ لاکر جولیا کی کمرسی کے سامنے فرش پر رکھ دیا۔
 ”مس جولیا — ہمارے پاس کا حکم ہے کہ تم سے کچھ معلومات
 حاصل کریں۔“ بلڈ اگ شکل نے کہا۔
 ”کیسی معلومات —؟“ جولیا نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”عمران کے علاوہ تمہارے ساتھی ممبران کے نام اور ایڈریس“
بلڈ اگ شکل بولا۔

”میں نہیں جانتی۔۔۔۔۔“ جولیا نے سخت لہجے میں کہا۔
”جانتی نہیں یا بتانا نہیں چاہتی۔۔۔۔۔“ بلڈ اگ شکل نے
اُسے تیز نظروں سے گھورا۔

”جو جی چاہے سمجھ لو۔۔۔۔۔“ جولیا لاپرواہی سے بولی۔
”یہ چوہے دیکھ رہی ہو۔۔۔۔۔ یہ اس علاقے کی آدمخوہ مخلوق
ہیں۔۔۔۔۔“ اُس نے عضیلے لہجے میں کہا ”اگر انہیں آزاد کر کے
تمہیں ان کے ساتھ اس کمرے میں بند کر دیا جائے اور روشنی بھا
دی جائے تو کچھ دیر میں ہی یہ تمہارے جسم کا سارا گوشت ہڑپ
کر جائیں گے۔۔۔۔۔“

اس کی بات سُن کر جولیا لرز اُٹھی مگر دوسرے ہی لمحے اُس نے
سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔ بلڈ اگ شکل بولتا رہا۔

”بہتر یہی ہے کہ ہم سے تعاون کرو تاکہ تمہارے نازک اور
مرمریں بدن کو کوئی نقصان نہ اُٹھانا پڑے۔۔۔۔۔“

”بکواس بند کر دکتے۔۔۔۔۔“ جولیا چیخی ”تم یا تمہارے چوہے
میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔۔۔۔۔“

”اوکے۔۔۔۔۔ میں بکواس بند کر کے چوہوں کو زندہ کر دیتا
ہوں۔۔۔۔۔“ وہ ہنستا ہوا بولا۔

پھر اس نے حبیب سے ایک تیز دھاڑ چاقو نکالا اور جولیا کی طرف بڑھا۔ جو ہنی وہ قریب آیا، جولیہ نے دونوں ٹانگیں سمیٹ کر اس کے پیٹ میں اس زور سے رسیدیں کہ بلڈاگ شکل کی چیخ نکل گئی۔ چاقو اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ بلباتا ہوا پشت کے بل فرش پر جا پڑا۔ دوسرے نے جھپٹ کر جولیہ کی گردن پر گئی کی نال رکھ دی۔ بلڈاگ شکل کمر اہتا ہوا اٹھا۔ تکلیف سے اُس کا چہرہ بگڑ کر رہ گیا تھا۔ وہ آگے بڑھا اور جولیہ کے سر کے بال پکڑ کر ایک زوردار جھٹکا دیا۔ جولیہ کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

”میں تمہیں تڑپا تڑپا کر ماروں گا سولس گیتا۔“ وہ دھاڑا۔ اور جولیہ کے بال چھوڑ کر فرش پر گر کر چاقو اٹھالیا۔ چاقو اٹھا کر وہ دوبارہ جولیہ کے قریب آیا اور پھر ایک ہی وار میں جولیہ کے دائیں کان کی ٹوکاٹ بڑالی۔ جولیہ ایک بار پھر چیخ اُٹھی۔ اُس کے کان سے خون ٹپکنے لگا۔ خون دیکھ کر پیچھے میں بند چوہے یکدم حرکت میں آگئے اور بے چینی سے پیچھے مارنے لگے۔ بلڈاگ شکل نے جولیہ کے کان کی کٹی ہوئی ٹوکاٹ پیچھے میں پھینک دی۔ فوراً ہی چوہے اس پر پل پڑے۔ اور صرف ایک ہی چوہہ گوشہ کے اُس ننھے سے ٹکڑے کو اپنا نوالہ بنا سکا۔ باقی چوہے تیزنگاہوں سے جولیہ کے کان سے بہتے خون کو دیکھ رہے تھے۔

”دیکھا تم نے۔۔۔ یہ تمہارے خون کی بو سے مانوس ہو گئے

ہیں۔ اب یہ تمہارا نرم گوشت نوچنے میں کسی تردد سے کام نہیں لیں گے۔ ” بلڈاگ شکل بولا ” اب بھی وقت ہے بتا دو اپنے ساتھیوں کے نام و پتے۔ “

جولیا نے سوچا فی الحال انہیں ٹالنا چاہیے۔ اُس نے کہا۔
 ” اگر بتا دوں تو کیا تم مجھے آزاد کر دو گے۔ “
 ” ہاں۔۔۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔۔۔ “ بلڈاگ شکل کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی تھی۔
 ” اچھا۔۔۔ نوٹ کرو۔۔۔ “ جولیا بولی۔

بلڈاگ شکل نے چاقو جیب میں رکھ کر کاغذ اور قلم نکال لیا۔ جولیا اُسے تمام ممبروں کے نام و پتے لکھوانے لگی۔ مگر وہ نام و پتے بالکل فرضی تھے۔ پتے نوٹ کرنے کے بعد اس نے کہا۔

” ایکسٹوکائیڈر لیس بتاؤ۔۔۔ وہ زیادہ اہم ہے۔ “
 ” اُس کا ایڈر لیس کسی ممبر کو معلوم نہیں۔۔۔ “ جولیا نے کہا
 ” نہ کسی نے آج تک جاننے کی کوشش کی ہے۔۔۔ “
 ” کیا درست کہہ رہی ہو۔۔۔ “ اُس نے جولیا کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔

” ہاں۔۔۔ اگر جانتی تو جہاں دوسرے ممبران کے پتے بتائے ہیں اُس کا بھی بتا دیتی۔ “ جولیا نے غصے سے کہا۔
 ” اچھا۔۔۔ ہم تمہارے بتائے ہوئے پتوں پر تحقیق کریں گے

اگر یہ درست ثابت ہوئے تو تمہیں آزاد کر دیا جائے گا۔ اور اگر تم نے غلط بیانی سے کام لیا ہے تو خود کو ایک ہولناک عذاب کے لئے تیار رکھنا۔“

اتنا کہہ کر اُس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور انہیں ساتھ لیکر کمرے سے نکل گیا۔ آہنی دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔ جویا نیچرے میں بند چڑھوں کو دیکھنے لگی جو آدم خور تھے اور جن کی ننھی آنکھیں اُس کے کٹے ہوئے کان سے ٹپکتے لہو کے قطرؤں پر جمی ہوئی تھیں۔

اُس نے ہاتھوں کی بندشوں کو ڈھیلا کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔ اُس کی کلائی پر اب واضح ٹرانسمیٹر بھی نہیں تھی جس پر وہ اکیسٹو یا عمران سے رابطہ قائم کرتی۔ کان سے بہنے والے خون نے اُس کا سارا کندھا تر کر ڈالا تھا اور وہ اتنی بے بس تھی کہ خون رکنے کی بھی کوشش نہیں کر سکتی تھی۔ وہ سوچتی رہی۔ دفعتاً اس کی نگاہیں آہنی دروازے کے اندرونی تیز دھار کنارے پر جم گئیں۔ دوسرے ہی لمحے اُس نے کوشش کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

وہ کمری سمیت اُٹھ کر دروازے کے پاس پہنچی اور دروازے کی جانب پشت کر کے ہاتھوں کی بندشوں کو آہنی چادر کے تیز کنارے پر رگڑنے لگی۔ کمری سمیت بندھے ہوئے ہاتھوں کو اوپر نیچے کرنا ایک انتہائی تکلیف دہ عمل تھا مگر اُس نے اس عمل کو جاری رکھا۔ بائیں منٹ کے عرصہ میں اُس کے ہاتھوں کی بندشوں کی ایک رستی

کٹ گئی۔ رسی کٹے ہی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور جولیانے ہاتھ بندشوں سے باہر نکال لئے۔ بلڈ اگ شکل اور اس کے ساتھیوں کو گئے پون گھنٹہ ہو چکا تھا۔ جولیانے کمرسی ایک طرف ہٹائی اور دروازے پر زور آزمائی کرنے لگی لیکن بے سود۔ دروازہ باہر سے بند تھا اور اُس کی کوشش ناکام ثابت ہوئی۔

تھک ہا کمر وہ کمرسی پر بیٹھی اور آدم خود چوہوں کی طرف دیکھتے ہوئے قمیض کے دامن سے کان سے بہنے والا خون صاف کرنے لگی۔ اسی لمحے باہر کسی کے قدموں کی آہٹیں ابھرنے لگیں۔ آنے والا ایک ہی معلوم ہوتا تھا۔ جولیا پھرتی سے اٹھی اور دبے پاؤں آگے بڑھ کمر دروازے کے قریب دیوار سے چپک کر کھڑی ہو گئی۔

چند لمحوں بعد دروازے میں حرکت ہوئی اور وہ کھل گیا۔ اندر داخل ہونے والے کی جولیا پر نظر نہ پڑی کمر وہ دروازے کی اوٹ میں تھی... جوہنی وہ شخص اندر آیا، جولیا نے پھرتی سے دونوں ہاتھ جوڑ کمر اُس کی دائیں کینٹی پر دے مارے۔ وہ بلڈ اگ شکل ہی تھا۔ اس حملہ سے سنبھل نہ سکا اور کمر ہٹا ہوا فرش پر آ رہا۔

جولیانے جلدی سے کمرسی اٹھا کمر اُس کے سر پر سے دے مار دی۔ بلڈ اگ شکل کے منہ سے ہلکی سی چیخ خارج ہوئی اور اُس کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں۔ جولیا نے اُس کے بے ہوش جسم کو ایک ٹھوکر دسید کی اور اس کی جیب سے چاقو اور ریولور نکال لیا۔ پھر

چاقو کھول کر اس نے بلڈ اگ شکل کی ناک کاٹی اور چوہوں کے پنجرے میں پھینک دی۔ فوراً ہی چوہوں نے ناک کا صفایا کر ڈالا۔ اور پھر لپجائی ہوئی نگاہوں سے بلڈ اگ شکل کی ناک کی طرف دیکھنے لگے جہاں سے خون بہہ کر فرش پر جمع ہو رہا تھا۔

جولیانے باہر جھانکا۔ طویل پتھرلی راہداری میں کوئی ذی روح نظر نہیں آ رہا تھا۔ جولیانے مڑ کر چوہوں کے پنجرے کا دروازہ کھولا اور تیزی سے باہر نکل آئی۔ اس نے چوہوں کو پنجرے سے نکل کر بلڈ اگ شکل کے جسم کی طرف بڑھتے دیکھا اور پھر دروازہ باہر سے بند کر دیا۔

Waqar Ahmad
Pakistanspoint.com

کیپٹن بابر صبح سے ہی خوبصورت لمیٹڈ کی ٹگرائی کر رہا تھا۔ رات جیری اپنی رہائش گاہ پر نہیں ملا تھا۔ چنانچہ وہ ایک ٹوکو اطلاع دینے کے بعد اپنے فلیٹ چلا گیا تھا اور ایک ٹوکو ہدایت پر ہی صبح ناشتہ کرنے کے بعد یہاں آ گیا تھا۔ ایک گھنٹہ پہلے اُس نے جیری کو دفتر میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی۔ چند منٹ پہلے ایک بوڑھا اُس دفتر میں گیا تھا اور وہ اب تک باہر نہ نکلا تھا۔

اُس نے ایک سگریٹ سُلگایا اور کش لگاتا ہوا زینوں کے قریب بنی بالکونی سے نیچے جھانکنے لگا۔ ابھی سگریٹ ختم بھی نہ ہوا تھا کہ کسی دروازے کے کھلنے کی آواز سنائی دی۔ اُس نے جلدی سے راہداری میں جھانکا اور فوراً پیچھے ہٹ گیا۔ خوبصورت لمیٹڈ کے دفتر سے جیری دو آدمیوں کے ہمراہ نکلا تھا۔ اُن دونوں نے ایک بھاری بکس اٹھایا ہوا تھا اور لفٹ کی جانب بڑھ رہے تھے۔ اُس بکس میں کیا تھا؟ کیپٹن اندازہ لگانے سے قاصر تھا۔ بہر حال وہ ذہنی معلوم ہوتا

تھا اور اُس میں کوئی مشینری بھی ہو سکتی تھی ۔

جوہنی وہ لوگ بکس لئے لفٹ میں داخل ہوئے ، کیپٹن بابر نے نول کی طرف لپکا اور تیزی سے زینے طے کرنے لگا ۔ چھٹی منزل سے گراؤنڈ فلور پر پہنچنے میں کم دیش ڈیڑھ منٹ صرف ہوا ۔ وہ نیچے پہنچا تو جیری اور اُس کے ساتھی بکس ایک وین میں لاد رہے تھے ۔ وین کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک سیاہ فام شخص بیٹھا تھا ۔ کیپٹن بابر برآمدے میں کھڑا اُن کی کارروائی دیکھتا رہا ۔

بکس وین میں رکھ کر جیری اور اس کا ایک ساتھی اندر بیٹھ گئے جبکہ دوسرا مڑ کر واپس آ رہا تھا ۔ کیپٹن بابر نے وین اشارت ہوتے دیکھی تو آگے بڑھا ۔ قریب ہی اُس کی کار موجود تھی ۔

وہ اپنی کار میں بیٹھا اور وین کے پیچھے روانہ ہو گیا ۔ وین تیزی سے دوڑ رہی تھی ۔ کیپٹن بابر کو شش کر رہا تھا کہ وین والوں کو اپنے تعاقب کا شبہ نہ ہو ۔ اس نے درمیانی فاصلہ اتنا رکھا کہ دو گاڑیاں اُن دونوں کے درمیان حائل ہو گئیں ۔ بلیس منٹ بعد وین شاہراہ بیریل سے گلشن کالونی میں مڑ گئی ۔ کیپٹن بابر محتاط ہو گیا اور رفتار کم کرتے ہوئے کالونی میں داخل ہو گیا ۔ سیاہ وین بائیں جانب کی جوڑ تھی گلی میں داخل ہوتی نظر آئی ۔ کیپٹن بابر نے تیسری گلی کے سامنے سے گزرنے کے بعد جوڑ تھی گلی کے پیچھے ہی کار روک لی ۔ اور تیزی سے انجن بند کرتا ہوا اتر آیا ۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا گلی کی بکسر پر جا پہنچا تو وین

وائیں ہاتھ کے ایک گیٹ میں داخل ہو رہی تھی۔
کیپٹن بابر واپس مڑا اور کار میں بیٹھ کر واضح ٹرانسمیٹر پر ایکسٹو
کو کال کرنے لگا۔ فوراً ہی سلسلہ مل گیا۔

”یس کیپٹن — کیا رپورٹ ہے —“ ایکسٹو نے پوچھا۔
کیپٹن بابر نے رپورٹ بیان کی۔ ایکسٹو نے اس کی بات سننے
کے بعد کہا۔

”معلوم کر دو کہ اس بکس میں کیا ہے — اس کے لئے ہتھیں
کوٹھی میں داخل ہونا پڑے گا — اندر داخل کیسے ہونا ہے یہ
تم خود سوچو — یا پھر مجھے بتاؤ تاکہ میں کوئی اور نیدرلینڈ کر دوں“
”نہ فکر نہ کریں جناب — میں کسی نہ کسی طرح اندر پہنچ جاؤں
گا۔“ کیپٹن بابر جلدی سے بولا۔

”تم انتظار کر دو — میں تنویر کو بھیج رہا ہوں۔ وہ گیٹ پر نظر
رکھے گا۔ اور بوقت ضرورت تمہاری مدد بھی کرے گا۔“
ایکسٹو نے کہا ”زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ میں وہ تمہارے
پاس پہنچ جائے گا۔“

اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر خاموش ہو گیا۔ کیپٹن بابر نے بھی
واچ کا ونڈ بٹن اندر کو دبایا اور تنویر کا انتظار کرنے لگا۔ بارہ منٹ
بعد تنویر کی کار آتی دکھائی دی۔ تنویر نے کار اُس کی کار سے ذرا فاصلے
پر روکی اور اُتر کر اُس کے قریب آگیا۔ کیپٹن بابر بھی اُتر آیا۔ دونوں

نے ہاتھ ملائے۔ کیپٹن بابر نے اُسے گلی کی نکتہ پر لاکر وہ کوٹھی دکھائی جس میں جیری کی دین گئی تھی۔

”ایکسٹونے تمہیں ہدایات تو دیدی ہوں گی۔ اب تم یہاں ٹھہر کر اس عمارت کی نگرانی کرو۔ میں کوٹھی میں داخل ہونے جا رہا ہوں۔“ کیپٹن بابر نے اُس سے کہا ”خطرے کی صورت میں میں کاشن دوں گا۔“ پھر وہ مرزا اور عمارتوں کی عقبی گلی کی جانب بڑھتا چلا گیا۔ گلی ویران پڑی تھی۔ اس جانب کوٹھیوں کی پشت تھی۔ وہ مطلوبہ کوٹھی کی پشت پر جا کر رُکا۔ عقبی دیوار آٹھ فٹ اونچی تھی۔

کیپٹن نے اُچک کر دیوار کا کنارہ پکڑ لیا۔ اور اندر جھانکا۔ اس جانب ویرانی اور سانے کا راج تھا۔ اصل عمارت دیوار سے پندرہ فٹ کے فاصلے پر تھی اور اُس کی کھڑکیوں میں دھندلے شیشے لگے ہوئے تھے اور تمام کھڑکیاں بند تھیں۔

وہ آہستہ سے دوسری جانب کو دگیا۔ اندر آ کر اُس نے جیب سے سائیلنسر لگا ریا لورنگالا اور دبے پاؤں آگے بڑھنے لگا۔ عمارت کے پاس پہنچ کر وہ عمارت کے ساتھ ساتھ سامنے والے حصے کی جانب بڑھنے لگا۔ عمارت کے پہلو میں پہنچ کر وہ رُکا اور دوسری جانب جھانکا کوٹھی کا گیٹ بند تھا اور گیٹ وِٹھ میں کوئی ذی رُوح نظر نہیں آ رہا تھا جبکہ سیاہ وین برآمدے کے باہر کھڑی تھی۔ کیپٹن بابر دبے پاؤں دیوار کے ساتھ ساتھ برآمدے کی طرف بڑھنے لگا۔ برآمدے کے باہر کھڑی وین کی اوٹ

سے اُس نے برآمدے میں جھانکا۔ برآمدہ بھی دیران پڑا تھا۔ اُس
بے آگے دائیں باتیں راہداریاں نظر آرہی تھیں۔ وہ آواز پیدا کئے
بغیر دین کی اوٹ سے نکل کر برآمدے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں
پکڑا ریو الود کسی بھی خطرے سے بچنے کے لئے تیار تھا۔ دونوں راہداریاں
میں کوئی انسان نہیں تھا۔ چار کمرے دائیں جانب اور چار بائیں جانب
کی راہداری میں آگے سامنے بنے ہوئے تھے جن میں سے ایک کمرے
کا دروازہ کھلا تھا اور اُس میں سے کسی کے بولنے کی آواز اُبھر رہی تھی۔

کیپٹن بابہ اُسی کمرے کی طرف چل دیا۔ وہ بے آواز قدموں سے چلتا
ہوا اُس دروازے کے قریب پہنچا اور اوٹ میں ہو کر اندر جھانکنے لگا۔
مگر اندر جھانکتے ہی اُس کی آنکھیں حیرت سے پھلتی چلی گئیں۔ مگر اس سے پہلے
کہ وہ اپنی حیرت پر قابو پاتا اُس کے عقب سے آہٹ پیدا ہوئی۔ وہ تیری
سے مڑا اور اسی لمحے پیچھے کھڑے سفید فام کی اسٹین گن کا کندہ اُس کے
ریو الود والے ہاتھ پر پڑا۔ شاید سفید فام کا نشانہ اُس کا سر تھا مگر بوقت
پلٹنے سے اس کا نشانہ خطا ہو گیا تھا۔ بہر حال کیپٹن بابہ کے ہاتھ سے
ریو الود نکل گیا۔ مگر اُس نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر بائیں ہاتھ کا میکا
سفید فام کے جبرے پر سید کر دیا۔

سفید فام چیخا اور لڑکھڑا گیا۔ کیپٹن بابہ نے فوراً ہی اُس پر چھلانگ
لگا دی۔ دونوں فرسش پر آ رہے۔

”ہینڈ ز اپ۔“ دفعتاً پیچھے سے ایک غراہٹ آمیز آواز

سنائی دی۔

اور کیپٹن بابر نے فوراً مڑ کر دیکھا۔ دوسرے ہی لمحے اُس نے طویل سانس لیتے ہوئے ہاتھ بلند کر دیئے۔ سامنے جیری اور اس کا ساتھی اُس پر اسٹین گن تانے اُسے خوشخوار نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

”کھڑے ہو جاؤ۔“ جیری نے حکمانہ لہجے میں کہا۔

کیپٹن بابر آہستہ سے کھڑا ہو گیا۔ تب اُس نے گن کی نال سے اُسے کمرے میں داخل ہونے کا اشارہ کیا۔ کیپٹن بابر نے ایک نظر بکس پر ڈالی جو اندر فرش پر پڑا تھا۔ مگر اب بکس کھلا ہوا تھا اور اُس کے قریب ہی فرش پر عمران کا جسم پڑا تھا۔ جسے دیکھ کر کیپٹن ^{حیران} چلا ہوا تھا۔ عمران کا ایک بازو خون میں لت پت تھا۔

ابھی کیپٹن بابر عمران کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ پیچھے سے جیری نے اُس کے سر پر اسٹین گن کا کندہ رسید کر دیا۔ کیپٹن کمر اٹا اور فرش پر گرے۔ چلا گیا۔

شکل والے شخص کو آدم نور چوہوں کے رحم و کرم پر
بلڈاگ جھوٹا کمرہ جو لیا دے پاؤں پتھر ملی راہداری میں اُس طرف
 چلنے لگی جدھر کچھ فاصلے پر راہداری مڑتی تھی۔ سرنگ نما راہداری میں تازہ
 ہوا کا اچھا خاصا گزر تھا۔ وہ بے آواز قدموں سے چلتی ہوئی موٹر پر پہنچی اور
 دوسری جانب جھانکا۔ اُس جانب راہداری میں دونوں جانب کئی کمروں کے
 آہنی دروازے نظر آرہے تھے۔ کسی بھاری مشین کے چلنے کی ہلکی گونج
 بھی سنائی دے رہی تھی۔ جو لیا دے پاؤں چلتی ہوئی پہلے دروازے کے
 قریب پہنچی۔ دروازہ ذرا کھلا ہوا تھا۔ بولی نے اندر جھانکا اور چونک پڑی۔
 وہ کافی بڑا کمرہ تھا جس کے وسط میں ایک عجیب و غریب مشین چالو
 تھی۔ مشین کے قریب دو آدمی ایپرن باندھے اور چہروں پر سفید نقاب
 پہڑھائے مشین کے مختلف حصوں کا جائزہ لے رہے تھے۔ ایک جانب
 ایک لمبی سی میز پر ایلومینیم کے دس بارہ چھوٹے چھوٹے ڈبے رکھے
 تھے۔ بنانے اُن میں کیا تھا۔ وہ ڈبے پاؤں آگے بڑھنے لگی۔ دوسرے
 کمرے کا دروازہ پورا کھلا ہوا تھا۔ اُس میں ایک آفسٹ پریشنگ

مشین نصب تھی اور اُس پر مقامی کرنسی چھپ رہی تھی۔ اُس پر بھی دو آدمی کام کر رہے تھے اور وہ دونوں ہی غیر ملکی تھے۔ ایک جانب چھپے ہوئے نوٹوں کی شیٹوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ قریب ایک چھوٹی سی کانڈکٹر مشین پر دو آدمی نوٹ والے کانڈکٹرز کی کٹنگ کر کے اُن کی گڈیاں تیار کر رہے تھے۔

دفعتاً برٹنگ مشین کی دوسری جانب کھڑے شخص کی جو لیا پر نظر پڑ گئی۔ جو لینے فوراً سرتیجھے ہٹا لیا۔ لیکن پھر بوکھلا گئی۔ اُس کے سامنے ایک سفید فام اسٹین گن سے اُسے کور کے کھڑا تھا۔

”ریوالور پھینک دو مس جو لیا۔ درنہ چھپنی کر دوں گا۔“ وہ آدمی عزایا۔

جو لینے اُسے پہچان لیا۔ یہ وہی آدمی تھا جو اُس کے لئے آدمخورد چوہوں والا بنجرہ لایا تھا۔ اس نے ریوالور پھینک دیا۔ اسی لمحے کمرے سے چاروں سفید فام باہر نکل گئے۔

”کیا بات ہے راجہ۔۔۔ یہ کیسے باہر نکل آئی۔؟“ ان میں سے ایک نے گن بردار سے پوچھا۔

”معلوم نہیں مسٹر مارون۔۔۔“ گن بردار جو لیا کو گھورتا

ہوا بولا۔ ”اس کی فراہم کی ہوئی معلومات غلط ثابت ہوئی تھیں اور مسٹر بیرس اس کے کمرے میں گیا تھا تاکہ اس پر آدم خورد جو ہے چھوڑ دے لیکن معلوم ہوتا ہے یہ اُسے ڈاج دیکر نکل آتی ہے۔“

”ادہ — اُس کا پتہ کرو —“ مارون نامی شخص نے بے چین ہو کر کہا ”کہیں اس نے اُسے ہلاک نہ کر ڈالا ہو۔ یہ ریوالور ہیرس کے پاس تھا۔ جاؤ —“

اُس کا حکم سنتے ہی دو آدمی واپس دوڑ پڑے۔ مارون نے راجر سے کہا۔

”چلو — اسے باس کے پاس لے چلو —“

گن بر دار راجر نے جولیہ کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ جولیہ مڑی اور اس کے آگے چلنے لگی۔ اسی لمحے راہداری میں ہلکی ہلکی چیخیں گونجنے لگیں اور وہ چیخیں یقیناً ہیرس کی تھیں جسے جولیہ آدم خور چوہوں کے حوالے کر رہی تھی۔ شاید اُسے ہوش آگیا تھا۔ لیکن ایک دوا لمحہ بعد ہی چیخیں بند ہو گئیں۔ یقیناً مارون کے بھیجے ہوئے آدمی اس کی مدد کو پہنچ گئے تھے۔

راجر اور مارون اُسے لے راہداری میں بائیں جانب کے تیسرے دروازے پر رُکے۔ مارون نے دستک دی۔

”آجاؤ —“ اندر سے غراہٹ آمیز ہچے میں کہا گیا۔

مارون نے دروازہ کھولا اور راجر کے اشارے پر جولیہ کمرے میں داخل ہوئی۔ وہاں بھی کلوز سرکٹ ٹی وی اسکرین دیواروں پر نصب تھے اور میز کے پیچھے بیٹھا چکدار آنکھوں والا شخص جولیہ کو گھور رہا تھا۔

”کیا بات ہے —“ اسے کیوں لائے ہو یہاں —“ باس نے راجر اور مارون سے پوچھا۔

راہرنے اُسے جویا کو پکڑنے کا واقعہ سنایا۔ باس نے گھور کر جویا کی طرف دیکھا۔

”ہیرس کے ساتھ تم نے کیا سلوک کیا ہے؟“ اس نے سوال کیا۔
 ”وہی سلوک جو وہ میرے ساتھ کرنا چاہتا تھا۔“ جویا نے سخت لہجے میں کہا۔ ”میں نے اس پر آدم خور چوہے چھوڑ دیئے تھے۔ اس کے بعد کا مجھے علم نہیں کہ اس کا کیا انجام ہوا۔“

”ہوں۔۔۔“ باس نے جبرے بھینچے پھر بولا ”مگر تمہاری بد قسمتی ہے اس کے باوجود تم یہاں سے فرار نہیں ہو سکیں۔“
 اس کی بات سن کر جویا نے لاپرواہی سے کندھے اُچکاٹے۔ اسی لمحے دروازے پر دھک ہوئی۔
 ”آجاؤ۔۔۔“ باس غرایا۔

دردانہ کھلا اور مارون کے دونوں ساتھی ہیرس کو اٹھائے اندر داخل ہوئے۔ مگر اس وقت بلڈ اگ شکل والا ہیرس لہو لہان ہو رہا تھا۔ اُس کے جسم کے بیشتر حصوں سے گوشت غائب تھا جو یقیناً آدم خور چوہوں کی غذا بنا تھا۔ ہیرس بے ہوش تھا۔ یقیناً وہ دوسری بار چوہوں کے کاٹنے سے بے ہوش ہوا تھا۔

”باس۔۔۔ آدم خور چوہوں نے اسے زخمی کیا ہے۔ ہم اندر داخل ہوئے تو چوہے اسے کاٹ رہے تھے اور یہ چیخ رہا تھا۔۔۔“

”ہوں — تو یہ ماجرا ہے —“ باس نے دانت پیسے ”اسے لیجاؤ اور چوہان کے ساتھ بند کر دو۔ ابھی میں مصروف ہوں —“

چوہان کا نام سن کر بھولیا چونک پڑی۔ اُس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ چوہان ان لوگوں کی قید میں پہلے سے موجود ہو گا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.Com

دانش منزل کے لاک اپ میں موجود دونوں سفید فاموں
 سے خاصی کارآمد معلومات حاصل ہوتی تھیں۔۔۔
 اگرچہ ان کی زبان کھلوانے میں بلیک زیر وادرجوزف کو دانتوں پینہ
 آگیا تھا۔ لیکن بالآخر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے تھے۔ بلیک زیر و
 نے فوری طور پر خاور، صدیقی، نغانی اور صفدر کو پہاڑیوں کی جانب
 روانہ کر دیا تھا۔ اب اُسے کیپٹن بابر اور تنویر کی رپورٹ کا انتظار تھا۔
 ادھا گھنٹہ گزر گیا تو اُسے فکر لاحق ہوئی۔ اُس نے وائچ ٹرانسمیٹر
 پر کیپٹن بابر کو کال کیا مگر رابطہ قائم نہ ہو سکا۔ پھر اُس نے تنویر سے رابطہ قائم
 کرنا چاہا مگر اس کی جانب سے بھی کوئی جواب نہ ملا۔ رابطہ قائم نہ ہونے
 کی ایک ہی وجہ ہو سکتی تھی کہ انہیں وائچ ٹرانسمیٹر آن کرنے کا موقع
 نہیں ملا تھا۔

بلیک زیر و آپریشن روم میں ٹھہتا ہوا سوچنے لگا کر کیا کرے۔ آخر
 اُس نے خود دہاں جانے کا فیصلہ کر لیا۔

اُس نے ریوالور اٹھا کر حبیب میں ڈالا اور کمرے سے نکل آیا۔ باہر

کیا ڈنڈ میں جوزف موجود تھا۔

”جوزف — میں ذرا باہر جا رہا ہوں۔ خیال رکھنا۔“

جوزف نے شراب کی بوتل منہ سے بٹاسکرہ سر ہلایا اور گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ بلیک زیر و ایک جانب کھڑی اپنی کیٹ لاک کی طرف بڑھ گیا۔ کار میں بیٹھ کر اُس نے انجن اسٹارٹ کیا۔ بلیک ویو میں اُس نے گیٹ کھولتے دیکھا تو کار بلیک کر کے اُس کا رخ گیٹ کی جانب کر دیا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ گیٹ کے پاس پہنچتا، باہر سے چھ نقاب پوش اندر گھس آئے۔ اُن کے ہاتھوں میں لائٹ مشین گنیں تھیں۔ اندر گھستے ہی اُن میں سے ایک نے جوزف کی پشت سے مشین گن لگا دی جو بلیک زیر و کی طرف دیکھ رہا تھا۔

بلیک زیر و نے جلدی سے بریک لگا کر کار روکی اور انجن بند کر دیا۔ ایک نقاب پوش گیٹ بند کرنے لگا تھا۔ باقی چاروں بلیک کر بلیک زیر و کے قریب آگئے اور اسے گنوں سے گور کر لیا۔ بلیک زیر و کے ذہن میں جھماکے ہو رہے تھے۔

”باہر نکل آؤ۔“ ایک دراز قد نقاب پوش نے بلیک

زیر و کی سائڈ کا دروازہ کھولتے ہوئے حکمانہ لہجے میں کہا۔

بلیک زیر و خاموشی سے باہر نکل آیا۔

”ایک شو کہاں ہے —؟“ دراز قد نے سوال کیا۔

”کوئی ایک شو —“ بلیک زیر و نے چونکنے کی اداکاری کی۔

”کیا یہ سیکرٹ سروس کا ہیڈ کوارٹر اور ایکسٹو کی رہائش گاہ
 نہیں ہے۔۔۔؟“ اُس نے سوچا۔
 ”نہیں۔۔۔ ہمیں غلط فہمی ہوئی ہے۔۔۔“ بلیک زیر و
 نے مسکرا کر کہا۔

”تم جاؤ۔۔۔ اندر دیکھو۔“ دراز قد نے باقی تینوں سے کہا۔
 اور تینوں نقاب پوش برآمدے کی طرف بڑھ گئے۔ بلیک نے پریشان
 ہو گیا۔ یہ نہایت مزوری تھا کہ وہ لوگ عمارت کے اندرونی حصے کا
 جائزہ نہ لے سکتے۔

”تمہارا نام کیا ہے۔۔۔؟“ دراز قد نے بلیک زیر و کو گھورتے ہوئے
 پوچھا ”اور اس عمارت کا مالک کون ہے؟“

”وہ ہے۔۔۔“ بلیک زیر و نے جوزف کی طرف اشارہ کیا۔
 دراز قد نے بے اختیار جوزف کی طرف دیکھا اور بلیک زیر و نے جلدی
 سے اُس کی گن پر ہاتھ ڈالتے ہوئے دوسرے ہاتھ کا مٹکا اس کی ناک پر
 رسید کر دیا۔

دراز قد بلبلایا اور چیخے کی جانب لڑکھڑا گیا اُس کی گن بلیک زیر و
 کے ہاتھ میں آگئی تھی۔ بلیک زیر و نے فوراً ہی اُچھل کر اُس کے پیٹ میں لات
 رسید کی اور وہ پشت کے بل گر پڑا۔ اُس کی ناک سے خون کا فوارہ بہہ رہا تھا۔
 گیٹ کے قریب کھڑے نقاب پوش نے فوراً بلیک زیر و پر برسرِ مارا۔ مگر
 بلیک زیر و نے کار کے عقب کی جانب چھلانگ لگا دی۔

اپنے سر پر مسلط نقاب پوش کو بلیک زیر و کی طرف متوجہ پا کر جوزف نے یکدم مڑ کر نقاب پوش کے جڑے پر اسٹ پیج رسید کر دیا۔ اُس آدمی کے ہاتھ سے گن پھوٹ گئی مگر اس نے سنبھل کر جوزف پر حملہ کر دیا۔ اُس کا گھونسا جوزف کے پیٹ پر پڑا اور جوزف لڑکھڑا گیا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ دوسرا وار کرتا، جوزف نے اُچھل کر فلائنگ کلک اس کے سینے میں رسید کی اور وہ نقاب پوش ڈکرتا ہوا پشت کے بل جاگرا۔ جوزف نے جھپٹ کر اس کی گری ہوئی گن اٹھائی اور اُس پر فائر کھول دیا۔ کار کی اوٹ میں ہو کر بلیک زیر و نے برآمدے کی طرف دیکھا۔ اندر جانے والے تینوں نقاب پوش فائرنگ کی آواز سن کر دوڑتے چلے آ رہے تھے۔ بلیک زیر و نے گیٹ کی جانب دیکھا اور اسی لمحے وہ لاکھڑے نقاب پوش نے اُس پر فائر کر دیا۔ بیسیوں تڑتڑاتی گولیاں بلیک زیر و کی طرف پھیں لیکن بلیک زیر و نے سر پیچھے کر لیا۔ نتیجے میں سے صرف کار کو ہی نقصان پہنچا تھا۔

پھر بلیک زیر و نے فائر کیا اور وہ آدمی چنچتا ہوا گر پڑا۔ ٹھیک اسی لمحے اندر سے آنے والے تینوں نقاب پوش ستونوں کی آڑ لے کر بلیک زیر و اور جوزف پر فائرنگ کرنے لگے۔ جوزف گیٹ کے قریب ہی ہوئی تین فٹ اونچی اور ڈیڑھ فٹ چوڑی یُرجی کی اوٹ لے چکا تھا۔

درازد نقاب پوش آہستہ آہستہ برآمدے کی جانب پیٹ کے بل رینگ رہا تھا۔ شاید وہ اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ بلیک زیر و

پر مسلسل فائرنگ ہو رہی تھی اس لئے وہ دروازہ قد پر فائر نہ کر سکا اور دروازہ
برآمدے میں پہنچ گیا۔ اُس کے دماغ پہنچنے پر ایک لمحہ کے لئے فائرنگ رُکی
اور اسی لمحے بلیک زیرو نے برآمدے کی جانب ایک برسٹ مارا۔ جواب میں
ایک چیخ بلند ہوئی اور ایک نقاب پوش برآمدے کے فرش پر گرتا دکھائی دیا۔
”وگرنیڈ پھینکو۔۔۔ دروازہ چھینا۔“

اور بلیک زیرو وگرنیڈ کا نام سن کر کار کی آڑ میں ہی پیچھے کی جانب
ہٹتا چلا گیا۔ چند لمحوں کے بعد وہ چار دیواری کے قریب آگے ایک درخت
کی آڑے چکا تھا۔ اسی لمحے برآمدے کی جانب سے کار کی چھت پر کوئی
چیز آکر گری اور کار کے پرچھے اڑ گئے۔ گرد و غبار بلند ہوا اور بلیک زیرو
تیزی سے اُن درختوں اور پودوں کی آڑ میں برآمدے کی جانب بڑھنے
لگا جو چار دیواری کے ساتھ ساتھ موجود تھے۔ گرد و غبار چھٹنے تک وہ برآمدے
کے دائیں پہلو پر پہنچ چکا تھا۔ کیاؤنڈ میں اب اس کی کار کا صرف ڈھانچا
کھڑا تھا جس میں آگ لگ گئی تھی اور بلیک زیرو جانتا تھا کہ کچھ دیر بعد اس
کا پٹرول ٹینک پھٹ کر اور تباہی مچا دے گا۔

دراز قدار اُس کے باقی دونوں ساتھی اب جو زف کی طرف متوجہ تھے
اور وہ برجی کے عقب میں چھپے جو زف پر فائرنگ کر رہے تھے مگر جو زف
کوئی جواب نہیں دے رہا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے تباہ شدہ کار کی طرف دیکھ
رہا تھا۔ شاید وہ بلیک زیرو کو سردہ سمجھ رہا تھا۔ ظاہر ہے بلیک زیرو وگرنیڈ پھینکنے
کے وقت کار کے پاس ہوتا تو اس کا بچنا ناممکن تھا۔

دو کالے آدمی — تمہارا ساتھی مرچکا ہے۔ ہتھیار پھینک دو اور ہاتھ بلند کر کے سامنے آ جاؤ۔“ دفعتاً دراز قد نے بلند آواز سے کہا۔

”ہنیں — سوڑ کے بچے — میں جب تک تم سے اُسکے خون کا بھیانک انتقام نہ لے لوں تمہیں یہاں سے نہیں جانے دوں گا۔“

”ایک نم اس پر بھی پھینکو —“ دراز قد نے غرا کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔

بلیک زیر و کے لئے مزید صبر کرنا مشکل تھا۔ اُس نے یکدم گن سیدھی کر کے فائر کر ڈالا۔ وہ تینوں اُس کے نشانے پر تھے مگر صرف دو آدمی گرے تھے۔ تیسرے کے بازو میں سوراخ ہوا تھا اور اُس کے ہاتھ سے گن چھوٹ گئی۔ بلیک زیر و تیزی سے برآمدے میں داخل ہوا اور زخمی دراز قد نقاب پوش کی کمر سے گن لگا دی۔

نے ہوش میں آکر آنکھیں کھولیں۔ چند لمحے چھت کو گھورتا
 رہا، پھر گزرے واقعات یاد آتے ہی چونک پڑا۔ اُس
 نے نظریں گھما کر ادھر ادھر دیکھا اور حیرت سے آنکھیں ٹپٹپانے لگا۔ اُس
 کمرے میں وہ تنہا نہیں تھا۔ فرش پر اس کے قریب ہی کیپٹن بابر، تنویر، بولیا
 اور چوہان پڑے تھے۔ عمران جلدی سے اٹھ بیٹھا۔ پتھر ملی دیواروں سے گرا
 ہوا وہ کافی بڑا کمرہ تھا جس کا واحد آہنی دروازہ بند نظر آ رہا تھا۔ سامان کے
 نام کی کوئی چیز وہاں موجود نہیں تھی۔ عمران حیرت زدہ تھا کہ وہ سب
 وہاں کیسے جمع ہو گئے۔ چوہان اور بولیا کے بارے میں تو اُسے معلوم ہی
 تھا کہ وہ مجرموں کی قید میں ہیں مگر تنویر اور کیپٹن بابر کب ان لوگوں کے
 ہتھے پڑے۔ اُس نے خوبصورت لمیٹڈ کے دفتر کے قریب کیپٹن بابر کو دیکھا
 تھا اور اب وہ اس کمرے میں نظر آ رہا تھا۔ وہ چاروں بے ہوش تھے۔
 اُس نے کلائی پر نظر ڈالی مگر کلائی سے ٹرانسمیٹر واضح غائب تھی۔ تنویر،
 چوہان، کیپٹن بابر اور بولیا کی کلائیوں پر بھی ٹرانسمیٹر واضح نظر نہیں آ رہی
 تھی۔ اس کا ایک ہی مطلب تھا کہ وہ لوگ واضح ٹرانسمیٹر کے راز سے آگاہ

ہو گئے تھے اور اُن کی بے ہوشی کے دوران ہی انہیں وائج ٹرانسمیٹر سے محروم کر دیا گیا تھا۔ ابھی وہ اس مسئلے پر سوچ ہی رہا تھا کہ جولیا نے کھسکا کر کمرہ ڈلی اور آنکھیں کھولیں۔ چند لمحے وہ خالی خالی نظروں سے چھت کی جانب دیکھتی رہی، پھر نظریں گھمائیں اور عمران پر نظر پڑتے ہی چونک کر اُٹھ بیٹھی۔ عمران مسکرا دیا۔

”ہیلو جولی — امید ہے تمہارا اچھا وقت پاس ہوا ہوگا یہاں“ مگر دوسرے ہی لمحے جولیا نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور عمران پاگلوں کی مانند اُس کی شکل دیکھنے لگا۔ جولیا اُٹھی اور اس کی طرف بڑھی۔ عمران خوفزدہ ہو کر پیچھے کھسکنے لگا۔ چہرے پر سرسیمگی بھائی ہوئی تھی اور بدن لرز رہا تھا۔ اُس کی حالت دیکھ کر جولیا کو بے اختیار ہنسی آگئی۔ تب عمران نے بھی دانت نکال دیئے۔

”احمق — اس کمرے میں ہونے والی بات چیت کنٹرول روم میں سُنی جاسکتی تھی —“ وہ سرگوشیانہ لہجے میں بولی ”تم کب اُٹے یہاں —“

”معلوم نہیں — تمھی بتاؤ —“ عمران نے آہستہ سے کہا۔

جولیا اُس کے بالکل قریب آگئی اور دوسرے ہی لمحے عمران کے گلے میں بائیں ڈال کر اُس سے چپٹ گئی۔ عمران پر بوکھلاہٹ کا دورہ پڑ گیا۔

”ارے — ارے ہٹو — یہ کیا — شش شرم کرو — ہسپ

اچانک کسی نے پیچھے سے سر پر ضرب لگاتی تھی اور میں بے ہوش ہو گیا تھا۔ البتہ میں نے گرتے وقت دو آدمیوں کے پاؤں دیکھے تھے۔۔۔۔۔“
 ”شکر ہے اُن کے جوتے نہیں دیکھے ورنہ۔۔۔۔۔“ عمران نے جملہ اُدھورا چھوڑ دیا۔

”ورنہ کیا۔۔۔۔۔؟“ تنویر نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔
 ”ورنہ تم بولیا کو شکل دکھانے کے قابل نہ رہتے۔۔۔۔۔“ عمران نے احمقانہ ہلچے میں کہا۔

کیپٹن بابر اور چوہان مسکرا دیئے۔ جولیا منہ بنا کر بولی۔
 ”کیوں بکواس کر رہے ہو۔۔۔۔۔ کوئی رہائی کی تدبیر سوچو۔“
 ”میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔۔۔۔۔ میں پہلے ہی سونج رہا ہوں۔“
 عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

”کیا سونج رہے ہو۔۔۔۔۔؟“ جولیا نے اُسے گھورا۔
 ”یہی کہ شادی کب ہوگی۔۔۔۔۔ اور مزید عمران کب پیدا ہوں گے
 جنہیں تم پیار سے عمران بیٹا۔۔۔۔۔؟“

”سٹاپ۔۔۔۔۔“ وہ اُس کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی دھاڑی۔
 اور عمران نے جلدی سے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ اُس کے بے ساختہ انداز پر کیپٹن بابر اور چوہان ہنس پڑے۔

چوہان کی زخمی کاٹی بد بوی بندھی ہوئی تھی مگر عمران کے زخمی بازو کا علاج نہیں کیا گیا تھا اور وہ درد محسوس کر رہا تھا۔ گولی نے صرف گوشت

ہی پھاڑا تھا۔ بڑی محفوظ تھی۔ البتہ اس کا لباس خون سے سُرخ ہو رہا تھا۔
 عمران کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر اُٹھا اور دروازے کا جائزہ لینے لگا۔۔۔
 ٹھیک اسی لمحے باہر قدموں کی آوازیں اُبھرنے لگیں۔ ایک سے زائد آدمی چل
 رہے تھے۔ اور اُن کے قدموں کی آہٹیں قریب آتی جا رہی تھیں۔ عمران پیچھے
 ہٹ گیا اور آہستہ آواز میں اپنے ساتھیوں کو مختراً ہدایات دے
 ڈالیں۔ قدموں کی آہٹیں دروازے پر آکر ٹک گئیں۔ پھر آہنی دروازے
 میں ہرکت ہوئی اور دروازہ کھل گیا۔

باہر چار مشین گن بردار سفید فام کھڑے تھے۔ جن کی گنوں کا رخ اندر
 کی جانب تھا۔

”تم لوگ باہر آ جاؤ۔“ ایک آدمی غرایا۔
 ”کیوں۔“ کیا ہماری دعوت ہے۔“ عمران نے احمقانہ
 لہجے میں پوچھا۔

”نہیں۔“ وہ سختی سے بولا ”ہمیں باس نے طلب کیا ہے۔“
 ”چلو۔“ عمران اپنے ساتھیوں کو اشارہ کرتا ہوا بولا ”کیا وہ
 ہمیں کھانا کھلائے گا۔ شدید بھوک لگی ہے۔“

”بھوک تو اُن آدمخوار چوہوں کو بھی لگی ہے جن کی تم غذا بننے والے
 ہو۔“ سفید فام نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہ تو اور اچھی بات ہے۔“ وہ ہمیں کھائیں گے اور ہم انہیں۔“
 عمران نے خوش ہو کر کہا۔

اور بولیا کو اُ بکائی آگئی۔ باقی لوگوں کے منہ بھی بن گئے۔ وہ مشین گنوں کی زد میں کمرے سے باہر نکلے اور اُن کے آگے راہداری میں ایک طرف چلنے لگے۔ وہ چاروں اُن کے پیچھے چل رہے تھے۔ پتھر ملی راہداری کے ایک کمرے کے دروازے پر پہنچتے ہی انہیں رُک جانے کا حکم ملا۔ وہ رُک گئے۔ ایک آدمی نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور انہیں اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا، وہ پانچوں کمرے میں داخل ہو گئے۔ اس مال کمرے میں چار افراد پہلے سے موجود تھے۔ اُن میں سے دو کو تقریباً سب ہی پہچانتے تھے۔ وہ بحیری اور خوبصورت لمبیٹ کا میخچر یا باس تھا۔ وہ دونوں ایک میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھے تھے جبکہ باقی دونوں سفید فام ہاتھوں میں گینے لئے بائیں جانب مستعد کھڑے تھے۔

دائیں جانب کی دیوار کے پاس ایک بڑا سا آہنی پنجرہ رکھا تھا۔ اُس میں پچاس ساٹھ آدمی خود چوہے گھوم رہے تھے۔ اُسی دیوار پر چار چار فٹ کی لمبائی پر گول آہنی کپڑے نصب تھے جن کے ساتھ بندھی ٹائیلوں کی ڈوریاں لٹک رہی تھیں۔

”ہیلو خوبصورت میخچر۔۔۔“ عمران باس کو مخاطب کرتے ہوئے چہکا۔

باس نے اُسے گھورا۔ پھر بحیری سے بولا۔

”بلیک اسنیک۔۔۔ ان کا بند و بست کدو۔۔۔“

بحیری جسے باس نے بلیک اسنیک کہا تھا، اٹھا اور عمران سے بولا۔

”تم ادھر آؤ۔۔۔“

عمران اُس کی طرف بڑھتا ہوا خوفزدہ لہجے میں بولا ”یاد
کا ٹوگے تو نہیں۔۔۔؟“

ایک گن بردار نے آگے بڑھ کر گن کی نال عمران کے سینے سے لگا
دی۔ بھیری قدم بڑھا کر عمران کے قریب آیا اور جیب سے ایک بار ایک
فلکی نکال لی جس میں کوئی محلول بھرا ہوا تھا اور ایک سرے پر چھوٹی
سی سوئی چبڑھی ہوئی تھی۔ اُس نے سوئی عمران کے بازو میں چبھو دی۔
خود اُسی عمران کو اپنے لہتہ پاؤں مفلوج ہوتے محسوس ہونے لگے۔ وہ لڑکھڑا
کر فرش پر گر کر اور کوشش کے باوجود خود کو حرکت نہ دے سکا۔

بھیری عرف بلیک اسٹیک کے حکم پر ایک ایک ممبر کو اس کے
قریب گن کی نال پر لایا گیا اور بھیری نے انہیں بھی وہ عجیب سی سوئی
چبھو کر مفلوج کر دیا۔ اب اُن کی حالت یہ تھی کہ اُن کے ذہن بھی کام کر
رہے تھے، وہ بول بھی سکتے تھے مگر حرکت نہیں کر سکتے تھے۔

بھیری کے حکم پر سفید فاموں نے ایک ایک ممبر کو اٹھایا اور دیوار
کے پاس ہینکیر آسنی کھڑے سے اُن کے لہتہ پشت پر باندھ دیئے۔ چند لمحوں
بعد ان کے بندھے ہوئے جسم دیوار سے ٹک رہے تھے اور وہ سیدھے
کھڑے بھی نہیں ہو سکتے تھے۔

”عمران۔۔۔ میری آواز سن رہے ہو۔۔۔“ باس نے عمران
کو طنز یہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں جانِ من —“ عمران نے احمقانہ لہجے میں کہا ”کہو۔

کیا بکو اس کو ناچاہتے ہو۔“

”چونکہ تم چند منٹ کے مہمان ہو اس لئے میں تمہاری بکواس کا بُرا نہیں

مناؤں گا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ پیچھے میں بند آدم خور جو ہے تمہارا

اور تمہارے ساتھیوں کے خون کے لئے ترس رہے ہیں۔ تمہاری وجہ سے

ہمیں بہت نقصان پہنچا ہے۔ تمہارے ہیڈ کوارٹر پر حملے کے دوران میرے

پانچ آدمی مارے گئے جبکہ چند آدمی چوہان نے ہلاک کئے ہیں اور دو

جولیا کے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں۔ اتنے آدمیوں کی ہلاکت کے باوجود

میں نے انتقام کے طور پر تم لوگوں کے لئے معمولی سزا تجویز کی ہے۔ اب

میری نگاہوں کے سامنے یہ آدم خور جو ہے تم اور تمہارے ساتھیوں

کا گوشت کھائیں گے۔“

عمران نے محسوس کیا کہ آہستہ آہستہ اس کا مفلوج پن دُور ہو رہا

ہے۔ شاید اُس سوئی کا اثر چند منٹ کے لئے ہی تھا۔

”جدا کرے تمہاری آنکھوں میں لکڑے پڑ جائیں۔“ عمران

نے کسی بڑھیا کی مانند بد عادی ”تمہارا ستیاناس مارا جائے۔“

وہ بندھے ہوئے ہاتھوں کو حرکت دیتا ہوا اُسے احمقانہ انداز

میں بدعائیں دیتا رہا۔ اُس کے ساتھی خوف سے آدم خور جو ہوں کی طرف

دیکھ رہے تھے۔

”بدعاؤں سے کچھ نہیں ہوتا عمران۔“ باس ہینا ”کوئی

نخواستہ ہو تو بتاؤ۔۔۔

”صرف اتنا بتا دو کہ تمہارا مشن کیا تھا اور تم نے کتنی کامیابی حاصل کر لی ہے۔۔۔“ عمران نے کہا۔

”میرا مشن۔۔۔ سنو۔۔۔“ باس نے کہا ”میں تمہارے دشمن ہمایہ ملک کی درخواست پر اپنا گروہ لیکر یہاں آیا ہوں۔۔۔ ہمارا مشن صرف اتنا ہے کہ تمہارے ملک کے ایٹمی اداروں اور ریسرچ سنٹروں سے تمام یورینیم اور پلوٹونیم حاصل کر کے تمہارے دشمن ملک کو پہنچا دیا جائے۔ اور اسی کی جگہ نقلی یورینیم اور پلوٹونیم تیار کرنی ہے۔ جسے بغیر تحقیق کے کوئی نقلی قرار نہیں دے سکتا۔ اس سے تمہارے دشمن کو غالباً یہ فائدہ پہنچے گا کہ نقلی یورینیم اور پلوٹونیم سے تیار کئے گئے تمہارے ایٹمی ہتھیار آئندہ جنگ میں بیکار ثابت ہوں گے۔۔۔“

اُس کا مشن سن کر عمران اور اس کے ساتھی کانپ کر رہ گئے۔ دشمن ملک نے بڑا بھیانک منصوبہ بنایا تھا۔ جس کے نتائج انتہائی تباہ کن ثابت ہو سکتے تھے۔

”اور تم کون ہو۔۔۔؟“ عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے پوچھا۔

”اور نہ بصورت لمیٹڈ کا مقصد۔۔۔؟“

”اس گروہ کا سربراہ ریڈ وولف۔۔۔ ویسے میرا نام چارلس ہے میرا گروہ ملکوں کے لئے معاوضے پر کام کرتا ہے۔ نہ بصورت لمیٹڈ قائم کرنے کا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ہمارے اصل مشن کی کسی کو ہوا

نہ لگ سکے۔ اور ہم اس ادارے کی آڑ میں اپنا کام پورا کرتے رہیں؟
 ”ذریعہ تحقیقاتی اسٹیشن پر حملہ کیوں کیا گیا تھا۔۔۔؟“ عمران نے سوال کیا۔

”وہاں سے یورینیم چوری کرنا مقصود تھا۔ ساتھ ہی اُسے تباہ کر دیا جاتا تاکہ تحقیقات میں یورینیم کی چوری ثابت نہ ہو اور اس پوائنٹ پر تفتیش نہ کی جائے۔ اب اور کوئی سوال مت کرنا۔۔۔“

اسنا کہنے کے بعد باس نے جیری سے کہا ”بلیک اسٹیک۔۔۔
 آدمخوار چوہوں کو آزاد کر دو۔ وہ ان کے بدن کی خوشبو سے پہلے ہی
 روشناس کراتے جا چکے ہیں۔۔۔“

اُس کا حکم سن کر جیری آدمخوار چوہوں کی طرف بڑھ گیا۔ عمران کے
 ساتھیوں کے جسموں میں خوف کی لہریں پھیلتی چلی جا رہی تھیں۔ موت اُن
 پر جھپٹنے والی تھی۔ لیکن جو نہی جیری چوہوں کے پنجرے کے پاس پہنچا، باس
 کی آواز بلند ہوئی۔

”ظہر و بلیک۔۔۔ میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا ہے۔۔۔“

اور جیری مڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ سیکرٹ سروس کے ارکان

نے بھی اُدھر دیکھا۔

”ہمارے پاس اس بات کا واضح ثبوت ہونا چاہیے کہ ہم

نے ایکسٹو کی ٹیم کو فنا کر دیا ہے۔۔۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کے مرنے

کی فلم بنائی جائے۔ میرے کمرے میں میز کی بجلی دراز میں مووی کیمرا

موجود ہے۔ وہ اٹھا لاؤ۔ ہم یہ فلم بھی ان کے دشمن کو بھاری معاوضے پر فروخت کر سکتے ہیں۔ اور یقیناً یہ خوبصورت لیٹڈ کی خوبصورت اور عجوبہ تخلیق ثابت ہوگی۔ پوری دنیا میں بھونچال آجائے گا کہ پاکیشیا کے ناقابل شکست جاسوس محض چوہوں کی غذا بن کر دنیا سے کونج کمرہ لگے۔ کیوں عمران — تمہارا کیا خیال ہے —؟“

”وہ خیال تو بہت نیک ہے — سونج رہا ہوں کہ تم ان بیچارے چوہوں کو کیوں اتنی دیر سے تڑپا رہے ہو۔ جلدی سے انہیں آزاد کر و تاکہ میں بھی اپنی آنکھوں سے یہ ناقابل یقین منظر دیکھ سکوں۔“

”صبر — صبر کمرہ پیارے —“ ریڈ وولف ہنسا ”ایک منٹ انتظار کر لو — ایسی بھی کیا جلدی ہے —“

ایک ڈیڑھ منٹ بعد جیری کیمرہ لئے اندر آیا۔ اُس نے کیمرہ باس کو تھمایا اور باس کیمرے کا فوکس درست کرنے لگا۔ جیری بڑھ کمرہ چوہوں کے پیچھے کے پاس پہنچا اور باس کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ اُس کے اشارے کا منتظر تھا۔ عمران اور کیپٹن بابر کے سوا تمام ممبران خوف سے ہونٹوں پر زبان پھیر رہے تھے۔ پھر باس کی آواز گونجنے لگی۔

”ریڈی جیری — ون — ٹو — تھر — ی — ی — ی —“

بلیک زیمہ نے سڑک پر ہی کار چھوڑ دی اور سڑک سے اتر کر پہاڑی راستے پر چلنے لگا۔ اس وقت رات کے آٹھ بجے تھے۔ ہر طرف سناٹا اور دیرانی چھائی ہوئی تھی، اندھیرے میں چھوٹی بڑی چٹانیں بھوتوں کی مانند دکھائی دے رہی تھیں۔ ایک جگہ رک کر اُس نے واضح ٹرانسمیٹر آن کر دیا اور صفدر کو کال کرنے لگا۔

”ہیلو صفدر۔۔۔ ایکسٹر کا لنک۔۔۔“

”یس چیف۔۔۔ صفدر اسٹنڈنٹ۔۔۔“

”کیا رپورٹ ہے۔۔۔؟“ بلیک زیمہ نے پوچھا۔

”نارمل سر۔۔۔ فی الحال نہ کوئی باہر اندر گیا ہے اور نہ اندر سے

باہر آیا ہے۔۔۔ دہانے پر دو آدمی بدستور پہرہ دے رہے ہیں۔ ہم

چاروں دہانے کے دائیں بائیں چٹانوں کے پیچھے پوزیشن سنبھالے ہوئے

ہیں۔۔۔“

”ٹھیک ہے۔۔۔ میں آ رہا ہوں۔۔۔ انتظار کرو۔ میں ابھی کے

ایک آدمی کے میک اپ میں ہوں گا۔۔۔“

”رائٹ سر——“ صفدر نے جواباً کہا۔

اور بلیک زیرو وائچ ٹرانسمیٹر آف کمرہ تاہوا تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ ایک بڑی پہاڑی کے قریب جا پہنچا، اُس پہاڑی کے قریب دو مشین گن بردار کھڑے تھے۔ بلیک زیرو وائچ کے بغیر اُن کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ وہ دونوں چونکے اور دوسرے ہی لمحے انہوں نے بلیک زیرو وپرگنیں تان لیں۔ بلیک زیرو و خوفزدہ ہوئے بغیر اُن کے قریب جاؤ گا۔ فوراً ہی ان میں سے ایک نے جمیب سے نارنج نکال کر اُس کی روکشی بلیک زیرو و کے چہرے پر ڈالی اور پھر نارنج بچھا دی۔

”کوڈ——“ اُس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

”ریڈ وولف آف خوبصورت لیٹڈ——“ بلیک زیرو و نے آہستہ سے کہا۔

”کیا باس نے تمہیں طلب کیا تھا؟“

”ہاں—— میں باس کو اپنی ناکامی کی رپورٹ دی تھی اور اُس نے مجھے یہاں پہنچنے کا حکم دیا تھا——“ بلیک زیرو و بولا۔

نارنج والے نے پلٹ کر پہاڑی دیوار پر ایک جگہ پر تھک کر حرکت دی۔ دوسرے ہی لمحے دیوار کا ایک چوکور حصہ اپنی جگہ سے کھسک گیا۔ دو تین لمحوں میں وہ ٹکڑا پوری طرح ایک جانب منتقل ہو گیا۔ اور اندکامنظر نظر آنے لگا۔ اندر سے پہاڑی بالکل کھوکھلی تھی اور اُس وسیع غار میں دو گاڑیاں کھڑی تھیں مگر کوئی ذی روح نظر نہیں آ رہا تھا۔

بلیک زیر و نے فوراً ہی جیب میں پڑے بے آواز ریوالور کا
 ٹمکے دبا دیا۔ گولی جیب میں سوراخ کرتی ہوئی نکلی اور ٹماڑج والے
 کی کمر میں پیوست ہو گئی۔ وہ ہلکی سی تیخ کے ساتھ نیچے آ رہا۔ دونوں
 بوکھلا کر اس پر جھکا ہی تھا کہ بلیک زیر و نے کھڑی ہتھیلی کا وار
 اس کی گردن پر کر دیا۔ وہ کوئی آواز نہ کالے بغیر ڈھیر ہو گیا۔ کمرے
 کی ضرب نے اُس کی گردن توڑ دی تھی۔

بلیک زیر و نے دونوں ہاتھوں کو مخصوص انداز میں ہلایا۔ فوراً ہی
 پہاڑی کے سامنے دائیں بائیں چٹانوں کی اوٹ سے چار افراد نکل
 کر اُس کے قریب آ گئے۔ وہ صفدر، خاور، نعمانی اور صدیقی تھے۔
 چاروں کے پاس اسٹین گنیں تھیں۔ بلیک زیر و نے ایک سردہ سفید فام کی
 مشین گن اٹھالی۔

”آؤ —“ وہ ایکسٹو کی مخصوص بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

اور غار میں داخل ہو گیا۔ غار اندر سے وسیع و عریض تھا۔ دائیں جانب
 ایک طویل راہداری نظر آرہی تھی جو پتھر کاٹ کر بنائی گئی تھی یا قد رتی
 تھی۔ بلیک زیر و انہیں لئے دیے پاؤں راہداری میں داخل ہوا ہی تھا کہ اُس
 نے ایک آہنی دروازہ کھلتے دیکھا۔ وہ جلدی سے اوٹ میں ہو گیا۔ اُس
 دروازے سے ایک آدمی ہاتھ میں کوئی چیز پکڑے نکلا اور آگے چل دیا۔
 چونکہ وہ تیزی سے دوسری جانب مڑا تھا اس لئے بلیک زیر و اس کی
 شکل نہ دیکھ سکا۔ اُس کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ باتیں ہاتھ کے ایک کمرے

میں داخل ہو گیا۔

بلیک زیر و آٹھ سے نکلا اور آگے بڑھنے لگا۔ اس نے آہستہ سے پہلے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔ اندر کوئی نہ تھا۔ وہ آگے بڑھنے لگا۔ اُس کا رخ اس کمرے کی طرف جس میں وہ شخص داخل ہوا تھا۔ صفدر اور خادرو وغیرہ بے آواز قدموں سے اُس کے پیچھے چل رہے تھے۔ بلیک زیر و اس کمرے کے دروازے کے پاس پہنچ کر رُکا۔ دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔ اس نے اندر جھانکا اور بے اختیار چونک پڑا۔

اندر ایک دیوار کے ساتھ عمران، جولیا، کیپٹن بابر، چوہان اور تنویر بندھے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے جیری چوہوں کے پنجرے کے ساتھ کھڑا بائیں جانب دیکھ رہا تھا اور کسی کی آواز بلند ہو رہی تھی۔

”ون — ٹو — تھر — ری — سی — سی —“

دوسرے ہی لمحے بلیک زیر و نے اُچھل کر دروازے پر لات ماری اور دھڑام سے دروازہ کھلتا چلا گیا۔ جیری سمیت سب نے چونک کر بے اختیار دروازے کی طرف دیکھا اور بلیک زیر و نے مشین گن کا بولٹ کھینچ ڈالا۔ بیسیوں گولیاں جیری کے جسم کو چھنی کر گئیں۔ دائیں جانب دیوار کے پاس کھڑے گن برداروں نے گنیں سیدھی کمرنا چاہیں لیکن اس سے پہلے ہی بلیک زیر و گن کا رخ اُن کی طرف کر چکا تھا۔ بولٹ کھینچتے ہی تڑتڑاتی گولیاں لوں کی بوچھاڑ نے اُن کے جسم چھنی کر ڈالے اور وہ گر گئے۔

کمرسی پر بیٹھا باس حیرت سے بلیک زیر و کو گھور رہا تھا۔ اُس کے ہاتھ سے کمرہ بھی گر گیا تھا۔ اُس کی حیرت بجا تھی۔ کیونکہ بلیک زیر و اُسی کے ایک آدمی کا ہمشکل بنا ہوا تھا۔ سیکرٹ سروس کے ممبر نہ بھی حیران تھے کہ وہ کون ہے۔ صرف عمران بلیک زیر و کو پہچان رہا تھا۔
 ”ولسن —“، دفعتاً باس دھاڑا۔

اسی لمحے صفدر، خاور، نعمانی اور صدیقی اندر گھس آئے۔ بلیک زیر و نے انہیں عمران وغیرہ کو کھولنے کا حکم دیا اور خود باس کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

”ولسن ہمیں — ایک ٹوکھورڈ وولف —“

”اوہ —“، باس زور سے چونکا ”تو تم ہو اکیٹو —“

”ہاں —“ یہی تمہارا باپ ہے، عمران نے ہانک لگائی۔

”تم باہر جا کر باقی افراد کو نبھالو — کوئی فرار کی کوشش

کمرے تو گولی مار دینا —“، بلیک زیر و نے مڑ کر اپنے ساتھیوں سے کہا جو بندھے ہوئے ممبران کو کھول چکے تھے۔

صفدر، خاور، صدیقی اور نعمانی کمرے سے نکل گئے۔ ٹھیک اسی

لمحے ریڈ وولف نے جیب سے کوئی چیز نکال کر کمرے کے وسط میں

پھینک دی اور خود کو کمرسی سمیت پیچھے گر دیا۔ بلیک زیر و نے اُس

پر فائر کیا۔ مگر گولیاں میز سے ہی ٹکرائی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی

ہلکا سا دھماکا ہوا اور کمرے میں دھواں پھیل چلا گیا۔ گہرے اور کشیف

دھویں میں کچھ نظر آنا مشکل تھا۔

دھواں پھیلتے ہی عمران نے بے اختیار دروازے کی طرف جھلانگ لگائی اور باہر نکل آیا۔ اندر والوں پر شدید کھانسی کا دورہ پڑ گیا تھا۔ عمران باہر نکل کر دروازے کی اوٹ میں ٹک گیا۔ ایک لمحہ بعد ہی ریڈ وولف دروازے سے دبے پاؤں باہر نکلا مگر عمران کو دیکھتے ہی بوکھلا گیا۔ فوراً ہی عمران کی ٹانگ حرکت میں آئی اور ٹھوکر ریڈ وولف کے پہلو میں پڑی۔ وہ چیخ کر گر پڑا۔ عمران نے اُس پر جھپ لگایا مگر وہ کمر وٹ بدل گیا اور عمران کو پتھر پلانٹیشن چاٹنا پڑا۔ اتنے میں بلیک زیرو کمرے میں سے نکل آیا۔ ایک لمحہ کے لئے عمران نے اُس کی جانب دیکھا۔

اور اسی لمحے ریڈ وولف نے عمران پر جھلانگ لگا دی۔ وہ دونوں فنکشن پر لڑھک گئے۔ ریڈ وولف کے جسم میں بے پناہ قوت تھی۔ وہ عمران کے سینے پر چڑھ گیا۔ بلیک زیرو نے آگے بڑھنا چاہا مگر عمران سزایا۔

”نہیں۔۔۔ یہ میرا شکار ہے جناب عالی۔۔۔“

اور ساتھ ہی اس نے ریڈ وولف کے چہرے پر ٹک کر رسید کر دی۔ وہ بلبلاتا ہوا عمران کے سینے سے لڑھک گیا۔ عمران تیزی سے اٹھا اور دونوں ہاتھوں سے اُس کی گردن دبوچ لی لیکن ریڈ وولف اتنی آسانی سے شکست قبول کرنے پر آمادہ نہیں تھا۔ اُس نے نیچے

سے عمران کے سپٹ میں ٹمکے رسید کئے اور عمران نے تکلیف سے مجبور ہو کر اُس کی گردن چھوڑ دی۔ تمام مہینے کمرے سے نکل کر باہری میں جمع ہو چکے تھے۔ اُن کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے جو دعویٰ کے سبب تھے۔

ریڈ وولف نے جلدی سے عمران کی گردن دونوں ہاتھوں میں پکڑ لی اور ایک جھٹکے سے توڑنا چاہی لیکن عمران نے یکدم گردن اٹھالی اور پھر اُس کی بغلوں میں انگلی چلائی۔ ریڈ وولف اس کی اس حرکت پر بوکھلا گیا۔ اُس کی گرفت عمران کی گردن پر نرم پڑ گئی۔ عمران نے فوراً اُس کے ہاتھ اپنی گردن سے چھڑائے اور ایک زوردار مٹکا اُس کی کنپٹی پر رسید کر دیا۔

اس وار نے ریڈ وولف کے حواس معطل کر دیئے۔ وہ سر جھٹکنے لگا۔ عمران نے تیزی سے اُٹھ کر اُس کی پسلیوں میں ٹھوکر رسید کی.... ریڈ وولف چیخا اور فرش پر لڑھک گیا۔ دوسری ٹھوکر اُس کے سینے میں پڑی اور اس ٹھوکر نے اس کے سینے کی ہڈیاں کڑکڑاڈالیں۔ بلیک زیرو اور اس کے ساتھی خاموشی سے فیصلہ کن مرحلہ دیکھ رہے تھے۔ ریڈ وولف نے بے اختیار چیخ کر اُبکا تی لی اور اُس کے مُنہ سے خون کی قے برآمد ہونے لگی۔ وہ فرش پر پڑا ہوا تھا پاؤں مارنے لگا۔

عمران نے اُسے ایک اور ٹھوکر رسید کرنا چاہی مگر بلیک زیرو

بول پڑا۔

”بس کمرہ عمران — اب یہ مرنے والا ہے۔“

”اس کتے کا مر جانا ہی بہتر ہے۔“ عمران عزایا ”یہ محض دولت

کی خاطر ہمارے ملک کو جو بھری توانائی سے محروم کرنے آیا تھا۔“

چند لمحوں میں ہی ریڈ وولف کا جسم ساکت ہو گیا۔ وہ دم توڑ چکا تھا۔ سینے میں پڑنے والی ٹھوکر اس کے لئے جان لیوا ثابت ہوئی تھی۔

”کیا رہا۔“ بلیک زیرو نے مگر کمرہ صفدر سے پوچھا۔

”صرف دو آدمی گرفتار ہوئے ہیں۔ وہ پرنٹنگ مشین والے کمرے

میں تھے۔“ صفدر نے مودبانہ لہجے میں بتایا۔

بولیا، تنویر، چوہان اور کیپٹن بابر ریڈ وولف کی لاش کو گھورتے

ہوتے سوش رہے تھے کہ اگر ایک سو برس وقت اُن کی مدد کو نہ پہنچتا تو

شاید اب تک وہ چوہوں کی غذا بن چکے ہوتے۔ وہ شخص ان کے سامنے مردہ

پڑا تھا جو چند منٹ پہلے اُنہیں موت کے حوالے کر رہا تھا۔ کمرے

میں پھیلا دھواں صاف ہو چکا تھا اور اندر پنجرے میں بند آدم خود

چوہے لپچائی ہوئی نگاہوں سے کمرے کے فرش پر پڑی جیری اور

دوسرے سفید فاموں کی خون آلودہ لاشوں کو دیکھتے ہوئے چس چس

کر رہے تھے۔

خوشد

عمرانے سیریز میں سے ایک ہولناک اضافہ

ڈیٹھ مرچنٹ

صفدر شاہین

ایک یادگار اور ناقابل فراموش ایڈ و پچر۔
ایکشن اور سپنس سے بھرپور کہانی۔
جسے پڑھتے ہوئے آپ کے اعصاب جھنجھٹا اٹھیں گے۔
ہر صفحہ پر آپ چونک چونک پڑیں گے۔
ہر سطر پر آپ کے جسم میں سنسنی پھیل جائے گی۔
اس ناول کا ہر باب آپ کو عمران کی حماقتوں پر قہقہے لگانے پر مجبور
کر دے گا۔ ہر واقعہ آپ کے لئے دھماکا خیز ثابت ہوگا۔
ایک انتہائی منفرد پلاٹ، انوکھا پلان اور زندگی موت کی کشمکش۔
آپ یقیناً جاننا چاہیں گے کہ پاکیشیائی عظیم سیکرٹ سروس کو شکست
دینے والا کون تھا؟ اور سیکرٹ سروس نے شکست قبول کر لی یا؟

جلد شائع ہو رہا ہے